اِصلاحِ عقائد اِصلاحِ اعمال اِصلاحِ معاملات اِصلاحِ نظام کی خاطر اہلِ سُنّت وجماعت کا ترجمان

ماہنامہ فکرِ مستقیم لاہور

شمارہ نمبر: 1 رمضان المبارک 1445ھ / مارچ 2024ء جلد نمبر: 11

فنافی الشیخ صوفی غلام سرور گوندل رحمہ اللہ تعالی کے ختم چہلم کے موقع پر
18 فروری 2024ء کو بھکھی شریف میں ہونے والی سالانہ

آل پاکستان سُنی کانفرنس کا خلاصہ

مشہور سوالات کے جوابات قسط نمبر 6

مناقب حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ تعالی علیہا

حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما کی سیرت میں تربیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر

رمضان میں اعتکاف اور اس کی برکات

راہ علم کے متوالے

انسان کا مقصد تخلیق

کنز العلماء مفکر اسلام ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی حفظہ اللہ تعالی
Dr. Muhammad Ashraf Asif Jalali

منابعِ فکر

عنوان

مجددِ دین و ملت امام علم و حکمت

حضرت امام احمد رضا خان قادری قدس سرہ العزیز

محدث بریلوی

برہان

خوشبوئے مجدد الف ثانی شیر ربانی

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

شرقپور شریف

فیضان

محدثِ اعظم پاکستان امام اہلسنت

حضرت علامہ مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ

گلستان محدث اعظم فیصل آباد

وجدان

خواجہ خواجگان آفتاب ولایت

حضرت سید پیر نور الحسن شاہ بخاری قدس سرہ العزیز

سجادہ نشین آستانہ عالیہ کیلیانوالہ شریف

روحِ رواں

شیخ المحدثین امام العصر حضرت علامہ

پیر سید محمد جلال الدین شاہ قادری نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ

فاضل بریلی شریف

بانی و سابق شیخ الحدیث

جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف منڈی بہاؤالدین

ارشاد

قائد اہلسنت امام عزیمت حضرت

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ

بانی ورلڈ اسلامک مشن

سابق صدر جمعیت علماء پاکستان

درایت

امام المدرسین استاذ الکل حضرت

علامہ عطا محمد بندیالوی چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ڈھوک خیر آباد خوشاب

سابق شیخ الجامعہ جامعہ محمدیہ نوریہ بھکھی شریف

فراست

غزالی زماں رازی دوراں شیخ الحدیث

حضرت علامہ پیر سید محمد احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ

بانی جامعہ انوار العلوم ملتان شریف

ریاست

پیر طریقت حضرت اقدس حضرت علامہ پیر

سید محمد مظہر قیوم مشہدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سجادہ نشین اول آستانہ عالیہ بھکھی شریف منڈی بہاؤالدین

اجازت

استاذ العرب والعجم، بحر العلوم مفسر قرآن

حضرت شیخ عبد الکریم محمد المدرس البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ

مفتی اعظم عراق و سابق شیخ الجامعہ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ

جامعہ قادریہ دربار حضرت غوث باب الشیخ بغداد شریف

روایت

استاذ الاساتذہ برکۃ العصر حضرت علامہ

مولانا محمد نواز کیلانی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ

فاضل بریلی شریف

سابق شیخ الجامعہ جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف

بانی جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ

اِصلاحِ عقائد اِصلاحِ اعمال، اِصلاحِ مُعاملات اور اِصلاحِ نظام کی خاطر اہلِ سُنّت وجماعت کا ترجمان

ماہنامہ

فکرِ مستقیم لاہور

شمارہ نمبر 01

رمضان المبارک 1445ھ / مارچ 2024ء

جلد نمبر 11

بیاد و فیضان نظر

شیخ المحدثین، امام العصر، حضرت علامہ

پیر سید محمد جلال الدین شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

قادری نقشبندی فاضل بریلی شریف

بانی و سابق شیخ الحدیث

جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف منڈی بہاؤالدین

ایصالِ ثواب

شاہ کارِ جلالیت مناظرِ کبیر

مفتی محمد عابد جلالی صاحب قدس سرہ العزیز

مدیرِ اعلیٰ

چیئرمین تحریکِ لبیک یارسول اللہ ﷺ

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی حفظہ اللہ تعالیٰ

سربراہ تحریکِ لبیک یارسول اللہ ﷺ تحریکِ صراطِ مستقیم

مراسلت وترسیل کا پتہ

مرکز صراط مستقیم، جلالی سٹریٹ

فیز III، تاج باغ لاہور

0301-4743845

0301-6868657

0303-4454536

0321-1880888

E-Mail:

fikremustaqeem@gmail.com

abdulkariem6@gmail.com

مقامِ اشاعت و ملنے کا پتہ

صراط مستقیم پبلیکیشنز 6-5 مرکز اویس دربار مارکیٹ لاہور۔ 04237115771

قیمت فی شمارہ: 70 روپے

سالانہ: 1500 روپے بمع ڈاک خرچ

YOU TUBE Dr Muhammad Ashraf Asif Jalali

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آئینہ فکر مستقیم



اداریہ مشہور سوالات کے جوابات

(قسط نمبر:6)

مُدیرِ اعلیٰ کے قلم سے

پارٹ نمبر 06 (گزشتہ سے پیوستہ)

سوال نمبر 32: بعض معترضین کا کہنا ہے کہ آپ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں کہا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطالبہ فدک کر کے معاذ اللہ مالِ حرام کا مطالبہ کر رہی تھیں؟

جواب: اس سلسلہ میں دو ضروری باتیں ہیں:

اول:۔ یہ سراسر جھوٹ اور خیانت ہے۔ بندۂ ناچیز نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مطالبہ فدک کی طرف کبھی بھی اور کہیں بھی ہرگز ہرگز معاذ اللہ مالِ حرام کے مطالبہ کی نسبت نہیں کی۔ یہ روافض اور ان کی بی ٹیم نے توہین کے جھوٹے الزام کو جھوٹی تقویت دینے کے لیے جھوٹ بولا۔

دوم:۔ بندۂ ناچیز نے امام کُورانی کی عبارت پیش کی، اس پر کسی کو اعتراض ہے تو بندہ ناچیز تو ناقل ہے، اعتراض تو امام کُورانی پہ ہونا چاہیے جبکہ حقیقت میں ان پر بھی اعتراض نہیں ہوتا۔ کیونکہ امام کورانی کی عبارت میں بھی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف معاذ اللہ مالِ حرام کے مطالبہ کی نسبت نہیں کی گئی۔

سوال: امام کورانی کون ہیں؟

جواب: شیخ الاسلام شمس الدین امام احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکُورانی المتوفی 893ھ بہت بڑے حنفی محدث ہیں۔ آپ نے دیگر تصنیفات کے علاوہ ''الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری'' لکھی۔ قسطنطنیہ میں آپ کا وصال ہوا اور وہیں پر آپ کا مزار شریف ہے۔ آپ کا تقویٰ میں یہ مقام ہے کہ کہا جاتا ہے کہ آپ اکثر راتوں میں پورا قرآن مجید ختم فرماتے تھے۔ نمازِ عشاء کے بعد شروع ہوتے اور طلوعِ صبح صادق سے پہلے قرآن مجید ختم کر لیتے۔ آپ کا علمی مقام یہ ہے کہ امام مقریزی کہتے ہیں میں نے ان کے پاس مسلم شریف پڑھی، میں نے انہیں حدیث، فقہ اور فنون وعلوم میں تام المعرفت پایا۔ انتھیٰ کلامہ۔ آپ نے بخاری شریف کی شرح الکوثر الجاری میں امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور امام کرمانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے محدثین پر علمی مواخذات کیے ہیں۔ یہ وہی محب اہل بیت رضی اللہ عنہم امام کورانی ہیں جنہوں نے بخاری شریف کے باب ''مناقب فاطمة رضی اللہ عنہا'' میں لکھا:

قال السهيلي: من صلى على فاطمة فقد صلى على رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لأن فاطمة قطعة من رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

امام سہیلی نے کہا: جس نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر درود بھیجا، اس نے یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا کیونکہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ٹکڑا ہیں۔ یہ ذکر کرنے کے بعد امام کورانی کہتے ہیں:

قلت: و من صلى على الحسن و الحسين فقد صلى على رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لأنهما قطعة من تلك البضعة۔

میں کہتا ہوں: اور جس نے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر درود بھیجا، اس نے بھی یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا کیونکہ یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پارۂ جگر یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ٹکڑے ہیں۔

(الکوثر الجاری، جلد:6، صفحہ:499)

امام کُورانی نے کیا کہا جو میں نے نقل کیا؟

امام کُورانی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی حدیث نمبر 3093 جو کہ صدیقہ کبریٰ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مطالبہ فدک کے بارے میں ہے، کی شرح کرتے ہوئے ایک اعتراض ذکر کر کے اس کا جواب دیا۔

آپ لکھتے ہیں:

فان قلت: قد قال رسول اللہ ﷺ: فاطمة بضعة منی یریبنی ما رابها و فی روایة من آذاها فقد آذانی۔

قلت: لم یکن فعل أبی بکر معها ایذاء شرعاً فانه دلها علی الصواب و لو أجابها الی سوالها کان معصیة من وجهین۔

الأوّل: مخالفة أمر رسول اللہ ﷺ و ابطال صدقته۔

الثانی: أنه کان مایعطی لفاطمة مالاً حراماً بلا خلاف۔

(الکوثر الجاری شرح بخاری، جلد:6، صفحہ:88)

اعتراض: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہیں، یا میری جان کا حصہ ہیں، جس نے انہیں تکلیف دی، اس نے مجھے تکلیف دی۔ اور ایک روایت میں یوں ہے: جس نے ان کو اذیت دی، اس نے مجھے اذیت دی۔

جواب: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے معاملہ شرعی طور پر ایذا نہیں تھا۔ کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صواب (درست) کی طرف رہنمائی کی۔ اور اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مطالبہ پر انہیں فدک دے دیتے تو یہ دو وجوہ سے معصیت بنتا۔

نمبر 1: فدک دینے کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت ہوتی اور آپ ﷺ نے جس چیز کو صدقہ قرار دیا ہے، اسے باطل کرنا لازم آتا۔

نمبر 2: بلا اختلاف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی بھی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مال حرام نہیں دے سکتے تھے۔

آگے ایک مقام پر امام کُورانی لکھتے ہیں:

فکان ما فعله الصدیق حفظاً لصدقة رسول اللہ ﷺ و نُصحاً لفاطمة۔

(الکوثر الجاری شرح بخاری، جلد:6، صفحہ:472)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فدک کے بارے میں جو فیصلہ کیا، یہ رسول اللہ ﷺ کے صدقہ کی حفاظت کے لیے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خیر خواہی کے لیے تھا۔

اہم تنبیہ:

امام کُورانی نے حضرت طیبہ طاہرہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فدک مانگنے کو معاذ اللہ مال حرام کا مانگنا نہیں کہا، اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیتے تو آپ کے دینے میں مالِ حرام کا دینا کہا۔

کیونکہ دونوں ہستیوں میں فرق ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسولِ اکرم ﷺ فدک کو صدقہ کی حیثیت میں رکھنے کا حکم فرما گئے تھے اور "لا نورث" فرما کر یہ بتا گئے تھے کہ یہ وراثت میں نہیں جائے گا۔ یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ سے سن کر بھی اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاذ اللہ بطور فرض حکم عدولی کرتے تو دو وجوہ سے یہ معصیت بنتی۔ رسول اللہ ﷺ کے صدقہ کا باطل کرنا لازم آتا اور وہ مال جو صدقہ ہونے کی صورت میں دیگر مستحقین کے لیے تھا، اگر بطور فرض ان مستحقین تک نہ پہنچتا تو پھر جب کسی کا حق کسی دوسرے کو دے دیا جائے تو دینے والے کے فعل کو معاذ اللہ مال حرام دینے سے تعبیر کیا جائے گا۔ تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفۃ الرسول ﷺ ہونے کا حق ادا کیا اور فدک کے معاملہ میں کوئی معصیت نہ ہوئی۔ جبکہ دوسری طرف حضرت سیدہ فاطمہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا کا مانگنا، اس کی طرف معاذ اللہ حرام کی نسبت نہ امام کورانی نے کی، نہ بندہ ناچیز نے کی اور نہ ہی کی جاسکتی ہے کیونکہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جمہور کے قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے فدک کے صدقہ ہونے کے بارے میں حکم پر مطلع ہی نہیں تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بتانے پر مطلع ہوئیں تو مطالبہ فَدک ترک فرما دیا۔ اگر سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا فَدک کے بارے میں حکم رسول ﷺ کو سن کر بھی مطالبہ فَدک کے موقف پر قائم رہتیں تو آگے کوئی بحث کرتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تو حکم رسول ﷺ سن کے سرِ تسلیم خم کر لیا۔ اگر کوئی کہے کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دینے کی طرف حرام کی نسبت کر دی گئی تو لازم آئے گا کہ معاذ اللہ مانگنے کی طرف بھی اس لفظ کی نسبت کی جائے تو ہم کہیں گے کہ یہ ہرگز لازم نہیں آیا اور نہ ہی کسی کے لیے جائز ہے کہ وہ یہ کہے۔

اہم نکتہ:

بعض نام نہاد محبین اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تو اپنی طرف فَدک مانگنے کے بارے میں معاذ اللہ حرام مال مانگنے کا قول بار بار لکھا، بولا اور دہرایا۔ جبکہ بندہ ناچیز نے سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مطالبہ فَدک کو معاذ اللہ نہ حرام کہا، نہ فسق کہا، نہ معیوب کہا، نہ جھوٹ کہا، بلکہ پہلے اجتہاد بیان کر کے پھر خطا کہا اور اجتہاد میں خطا اجتہادی ہوئی جو گناہ وعیب نہیں بلکہ فرمان رسول ﷺ کے مطابق اس پر ایک اجر و ثواب ملتا ہے۔ جب وہ سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف نسبت والی خطا اجتہادی ہے تو ہم جیسوں کے ہزار ہا صواب اور درست کاموں پر ہزار ہا درجے فضیلت رکھتی ہے۔ یہ لفظ بھی عمومی اس موضوع کو بیان کرتے ہوئے نہیں کہا بلکہ روافض کی ایسی دلیل کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ اگر جواب نہ دیا جائے تو پورے قرآن اور دین اسلام پر حملہ ہوتا ہے۔ قرآن اور اسلام کے تحفظ میں یہ لفظ جو گناہ اور عیب نہیں، بلکہ کارِ ثواب ہے۔ وہ بولا اور قرآن اور اسلام کو محفوظ کیا۔ اور روافض کے حملے کو سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ العزیز کی اقتداء میں پَسپا کیا۔

چند مثالیں:

جس طرح ناہنجار معترضین جو لفظ بطور فرض حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لحاظ سے بولے گئے، انہیں خود کھینچ کر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف لے گئے، اس طرح تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ کے لحاظ سے بولے گئے الفاظ جانب مقابل کی طرف کھینچ کے لے جانے سے بہت سی جگہوں پہ تمہیں توہینِ سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول کرنا پڑے گا حالانکہ وہاں توہین نہیں۔

مثال نمبر 1: حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ العزیز کا فرمان ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

''رہا یہ امر کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کے مطالبہ کرنے پر کیوں یہ حق اُنہیں نہیں دیا۔ سو اس میں غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حسبِ درخواستِ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا اُنہیں اِس مال کا دینا جائز اور مباح بھی ہوتا تو بھی اُس کے نہ دینے پر جائے شکایت نہ تھی۔ کیونکہ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے ایک دفعہ ایک خادمہ کی درخواست کی۔ مگر آپ ﷺ نے یہ درخواست منظور نہ فرمائی اور بجائے اِس کے کہ خادمہ عطا فرمائیں آپ ﷺ نے تسبیحیں تعلیم فرمائیں۔ کما فی صحیح البخاری و مسلم بروایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ۔ ایسا ہی اگر رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ بھی تعمیلِ درخواست نہ کرے تو محلِ شکایت نہ ہوگا چہ جائیکہ جب اس مال کا دے دینا شرعاً ناجائز ہو۔ بلکہ مؤخر صورت میں تو بجائے محلِ شکایت ہونے کے یہ قابل ستائش ہوگا

کیونکہ اُس نے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے حکم کی پابندی کی ہے۔''

(تصفیہ مابین سنی وشیعہ، باغ فدک اور وراثت نبوی ﷺ سے متعلق سوالات، صفحہ:44، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فدک دینا شرعاً ناجائز تھا۔ اور آپ نے نہ دے کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی پابندی کی ہے۔ جس طرح روافض اور ان کی بی ٹیم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بولے گئے امام کورانی کے الفاظ کھینچ کر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف بھی لگا دیے اور ہمیں کوسنے لگے۔ ان کے طریقے پر تو یہاں حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے بارے میں یہ کہنا لازم آئے گا کہ آپ کے بقول حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا معاذ اللہ شرعاً ناجائز مال کا سوال کر رہی تھیں۔ اور معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی پابندی نہیں کر رہی تھیں۔ جبکہ واللہ وہ اس سے پاک تھیں۔ لیکن روافض اور ان کی بی ٹیم نے جو طریقہ میرے بارے میں اور امام کورانی کے بارے میں گڑھا، اس سے تو سیدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز کے کھاتے میں توہین ڈالنا پڑے گی۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں۔

مثال نمبر 2: پیر کرم شاہ الازہری نے فیصلہ فدک کے بارے میں لکھا:

''حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ عمل حقیقت میں ارشادِ خداوندی کی تعمیل تھی اور سنت نبوی ﷺ کی صحیح معنوں میں اطاعت تھی اور ان حضرات پر کسی قسم کا الزام واتہام وارد نہیں ہوسکتا بلکہ وہ لائق صد تبریک وتحسین تھے کہ انہوں نے ہر قسم کے دباؤ کا مقابلہ کیا لیکن فرمان الٰہی اور سنت محمدی ﷺ سے سرِ مو انحراف نہ کیا۔ ہاں اگر وہ ایسا نہ کرتے تو وہ قابلِ سرزنش ہوتے، بلکہ اس وقت کا زندہ اور بیدار معاشرہ احکامِ الٰہی اور سنت نبوی ﷺ کی اس خلاف ورزی کو ہرگز برداشت نہ کرتا۔ لیکن ہمارے ہاں تو الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔ تنقید کے تیروں سے ان مردانِ پاک سرشت کو گھائل کیا جا رہا ہے جنہوں نے عہدِ وفا کو نبھایا اور راہِ حق پر استقامت وثبات کے اَنمٹ اور درخشاں نقوش ثبت کیے۔''

(ضیاء النبی ﷺ، جلد: 4، اراضی فدک کی آمدنی اور اس کی تقسیم، صفحہ:270، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فدک دے دیتے تو قابل سرزنش ہوتے اور فدک دینے کی وجہ سے جو احکام الٰہی اور سنت کی خلاف ورزی ہوتی، اس کو اس وقت کا معاشرہ یعنی دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم برداشت نہ کرتے۔ بندہ ناچیز اور امام کورانی پر جیسے تیراندازی کی گئی، ایک جانب کی بات کو خود کھینچ کر دوسری طرف جا کر فٹ کر دیا۔ اور ذرہ بھر شرم نہیں آئی۔ تو ان لوگوں نے آج پیر کرم شاہ ازہری پر توہین حضرت فاطمہ رضی للہ تعالیٰ عنہا کا الزام کیوں نہیں لگایا۔ کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جو لکھا گیا اگر دوسری طرف کھینچ کے لے جائیں تو معاذ اللہ کتنا بھیانک مطلب نکلے گا۔

1۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فدک نہ دینا احکام الٰہی اور سنت نبوی ﷺ کی خلاف ورزی بنتا ہے تو اس فدک کا مانگنا کیا بنتا ہے؟

2۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بطور فرض فدک نہ دینا قابل سرزنش ہوتا تو فدک کا مطالبہ کرنا کیا ہوتا؟

جبکہ حق یہ ہے کہ اس گفتگو کو کھینچ کر ہرگز جانب مخالف کی طرف نہیں کیا جائے گا۔

خوشبوئے قرآن



خونِ مسلم کا قصاص

مولانا سید محمد ابوبکر عمار شاہ صاحب فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام لاہور

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں انسان سب سے معظم و محترم ہے انسانی جان کا ضیاع بارگاہِ خداوندی میں انتہائی سنگین جرم ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نام لیوا، اس کی وحدانیت و کبریائی کا اعتراف کرنے والے اور اسکے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا دم بھرنے والے اہل اسلام کو معمولی سا گزند بھی اسے بے حد نا گوار گزرتا ہے چہ جائیکہ ان کا خون پانی سے سستا ہو جائے اور اذیت پہنچانے کا ہر حربہ ان پر آزمایا جائے اور کوئی ان کا پرسانِ حال نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتا ہے: وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ (سورہ المائدہ آیت 45)

اور ہم نے توریت میں ان پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے۔ ایک دانت بھی ٹوٹے تو اس کا بدلہ لینا فرض ٹھہرایا لیکن آج امت کے حالات یہ ہیں:

میں نے چاہا تھا زخم بھر جائیں
زخم ہی زخم بھر گئے مجھ میں

اس کے باوجود مسلم حکمران بے حمیتی کا مجسمہ بنے بیٹھے ہیں۔ فلسطین میں مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے جسم چھلنی ہو رہے ہیں، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں سمیت انہیں کچلا جلایا جا رہا ہے، عصمتیں لٹ رہی ہیں، بچے کھچے بھوک سے موت کے دہانے پہ پہنچ چکے ہیں، جانوروں سے بدتر سلوک برتا جا رہا ہے۔ اس درندگی کو دیکھ کے وحشی درندے بھی حیران و پریشان ہیں جبکہ کشتیٔ امت کے ناخدا کبوتر کی طرح آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ حکمِ خداوندی تو یہ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى۔ (سورہ بقرہ آیت 178) اے ایمان والوں تم پہ فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔

قصاص اتنا اہم فریضہ ہے کہ قرآن میں بار بار اللہ رب العزت نے اس کو بیان فرمایا۔ جس طرح روزوں کے بارے میں فرمایا روزے تم پہ فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پہ فرض کئے گئے۔ اسی طرح فرمایا توریت میں ہم نے قصاص اُن پر فرض کیا تم پر بھی قصاص فرض ہے۔ ہزاروں مسلمان فلسطین میں بربریت کا نشانہ بن رہے ہیں، کشمیر میں روزانہ ماؤں کی کوکھ اجڑتی ہے، بہنوں کی عزتیں لٹتی ہیں، مشرق وسطی کے تقریباً تمام اسلامی ممالک میں یہود و نصاریٰ موت کا کھیل کھیل رہے ہیں۔ لیکن حکم خداوندی کو پسِ پشت ڈالنے کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے۔ جن حکمرانوں نے دکھیارے مسلمانوں کے سروں پہ ہاتھ رکھنا تھا وہ مسلمانوں کو ہی اپنے عتاب کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ اگر زمین پہ گرنے والے پہلے مسلمان کے لہو کے قطرے کا قصاص لیا جاتا تو آج یوں خونِ مسلم ارزاں نہ ہوتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ (سورہ البقرہ آیت 179)

اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقلمندوں کہ تم کہیں بچو۔ خدائے لم یزل کا یہ واضح فرمان ہوتے ہوئے بھی قصاص سے پہلو تہی کر کے خود اپنی حیات کو موت کے سپرد کر رہے ہیں۔ اسی غفلت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام دشمن عناصر کی مدد اور ایماء سے نام نہاد جہادی گروپ وجود میں آئے اور ستم بالائے ستم یہ کہ مسلمانوں پہ ظلم و ستم کے مناظر دکھا کے اپنے نام نہاد جہاد کا جواز گھڑنے والے غیروں سے قصاص لینے کے بجائے مسلمانوں پہ ہی بم گرا رہے ہیں۔ ایک غیر مسلم کا ناحق خون کرنا بھی انتہائی سنگین جرم ہے بلکہ خالقِ جن و انس نے یہاں تک فرمایا: مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ

النَّاسَ جَمِيعًا۔(سورہ المائدہ آیت 32)
جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا بغیر زمین میں فساد کئے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا۔

جب ایک عام شخص کا خون کرنا سارے انسانوں کو قتل کرنا ہے تو جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھتا ہو وہ اسے قتل کرنے والا قیامت کے روز اللہ کے حضور آخر کھڑا کیسے ہوگا؟ چند ٹکے کا مفاد اور وہ بھی چند پل کی زندگی، جہنم کے عذاب کے ساتھ کیا اس کا کوئی موازنہ ہے؟ قرآن کی ایک ہی آیت میں اتنی وعیدیں ایک ساتھ رونگٹے کھڑے کر دینے کے لیے کافی ہیں۔

فرمایا: **وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُتَعَمِّداً فَجَزَاؤُه جَهَنَّمُ خَالِداً فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَه وَاَعَدَّ لَه عَذَاباً عَظِيماً** (النساء آیت 93)

یعنی : جس شخص نے جان بوجھ کر ایک مؤمن کو قتل کر دیا اس کی سزا: (1) جہنم (2) جہنم میں اس کی ہمیشگی (3) اللہ کا اس پر غضب (4) اللہ کی اس پر لعنت (5) اور عذابِ عظیم بھی اللہ نے اس کے لیے تیار کر رکھا ہے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا: **فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ ﷺ يَقُوْلُ: ثَكِلَتْهُ أُمُّه! رَجُلٌ قَتَلَ رَجُلاً مُتَعَمِّدًا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ آخِذًا بِيَمِيْنِهٖ أَوْ بِشِمَالِهٖ، تَشْخَبُ أَوْدَاجُه دَمًا، فِيْ قُبُلِ عَرْشِ الرَّحْمٰنِ، يَلْزَمُ قَاتِلَه بِيَدِهِ الأُخْرٰى يَقُوْلُ: سَلْ هٰذَا فِيْمَ قَتَلَنِيْ؟** قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں نے تمہارے نبی ﷺ کو فرماتے سنا: اس کی ماں اسے روئے، جس نے کسی دوسرے آدمی کو قتل کیا ہوگا بروز قیامت وہ اپنے قاتل کو دائیں یا بائیں جانب سے پکڑ کر رحمن کے عرش کے پاس لائے گا، اس کی شاہ رگ سے خون ابل رہا ہوگا۔ تب وہ اپنے قاتل کو پکڑ کر رب العالمین سے کہے گا: اے اللہ اس سے پوچھ، کیوں اس نے میرا خون کیا؟ یہ آخرت کا معاملہ ہے دنیا میں بھی اس شخص کو سزا دینا اور اس قصاص لینا لازم ہے بلکہ جس طرح کوئی قتل کرے اسی طرح بدلے میں اس کو قتل کیا جائے۔ حدیث پاک میں ہے:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ يَهُوْدِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ قِيْلَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِكِ أَفُلَانٌ أَفُلَانٌ حَتّٰى سُمِّيَ الْيَهُوْدِيُّ فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا فَأُخِذَ الْيَهُوْدِيُّ فَاعْتَرَفَ فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُضَّ رَأْسُه بَيْنَ حَجَرَيْنِ۔ (صحیح البخاری کتاب الدیات حدیث نمبر 2236)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کسی یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا۔ (دوسری روایت میں ہے وَبِهَا رَمَقٌ اس میں کچھ جان باقی تھی) اس سے پوچھا گیا کہ تیرے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے، فلاں نے؟ جب اس یہودی کا نام آیا تو اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں! یہودی پکڑا گیا اور اس نے بالآخر جرم کا اقرار کر لیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور اس کا سر بھی دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا۔

آج مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر قتل کرنے والے اور اس کو دیکھ کر نگاہیں چرا کر بیٹھے مسلم حکمران اللہ کے عذاب سے ہرگز نہیں بچ سکیں گے۔

تفسیر ابن کثیر میں سورۂ نساء کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کی ایک حدیث مذکور ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ۔** (جامع ترمذی کتاب الدیات عن رسول اللہ حدیث نمبر 1315)

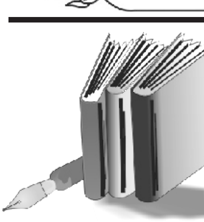
پوری دنیا ختم ہو جائے، یہ اللہ کے ہاں سنگینی میں اس سے کہیں کم ہے کہ ایک مسلمان آدمی کا خون کر دیا جائے۔

پس اگر کوئی ایک مسلمان کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سارا جہان ڈھانے سے بھی بڑا اجرم ہے۔ مومن کی جان کی اللہ کے ہاں اتنی بڑی عزت و عظمت اور حرمت ہے۔

کوئی اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والے کسی شخص پر بندوق اٹھائے تو اللہ کے اس انتقام کا پہلے اندازہ کر لے جو اللہ اپنا نام لینے والے کے لیے، دنیا میں نہیں تو آخرت میں لے کر رہے گا۔ اور جن کو اس دنیا میں بادشاہت اور حکمرانی دی اور انہوں نے اس کعبۃ اللہ سے مقدس خون کا بدلہ نہ لیا وہ بھی اپنی آخرت کی فکر کریں۔ کیونکہ بادشاہوں کے بادشاہ کی عنقریب لگنے والی سب سے بڑی عدالت میں ان سے کوئی جواب نہ بن پڑے گا۔

خوشبوئے حدیث

راہ علم کے متوالے



مولانا مفتی محمد صمصام مجددی فاضل ومدرس جامعہ جلالیہ رضویہ مظہرالاسلام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

راہ علم میں موت: حضرت امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "مَنۡ جَاءَہُ الۡمَوۡتُ وَھُوَ یَطۡلُبُ الۡعِلۡمَ لِیُحۡیِیَ بِہِ الۡاِسۡلَامَ فَبَیۡنَہٗ وَ بَیۡنَ النَّبِیِّیۡنَ دَرَجَۃٌ وَّاحِدَۃٌ فِی الۡجَنَّۃِ"

وہ شخص جس کے پاس موت اس حال میں آئے کہ وہ شخص اسلام زندہ کرنے کے لئے علم حاصل کرتا ہو تو اس کے اور نبیوں کے درمیان جنت میں صرف ایک درجے کا فاصلہ ہوگا۔ (سنن دارمی باب فی فضل العلم والعالم رقم الحدیث: 362)

نائبین رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلٰی خُلَفَائِیۡ، قَالُوۡا وَمَنۡ خُلَفَاؤُکَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قَالَ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ سُنَّتِیۡ وَ یُعَلِّمُوۡنَھَا النَّاسَ. (کنز العمال) میرے خلفاء پر اللہ کی رحمت ہو تو صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کے خلفاء کون ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جو میری سنت سے پیار کرتے ہیں اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتے ہیں۔

استاذ وشاگرد ثواب میں شریک: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: عَلَیۡکُمۡ بِھٰذَا الۡعِلۡمِ قَبۡلَ اَنۡ یُّقۡبَضَ وَقِیۡلَ اَنۡ یُّرۡفَعَ، ثُمَّ جَمَعَ بَیۡنَ اُصۡبُعَیۡہِ الۡوُسۡطٰی وَالَّتِیۡ تَلِی الۡاِبۡھَامَ ثُمَّ قَالَ فَاِنَّ الۡعَالِمَ وَالۡمُتَعَلِّمَ کَھَاتِہٖ مِنۡ ھَاتَیۡنِ شَرِیۡکَانِ فِی الۡاَجۡرِ۔ (کنز العمال) تم پر موت کے آنے سے قبل علم دین حاصل کرنا لازم ہے کہ اسے کہا جائے گا کہ اٹھو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے درمیانی انگلی اور انگوٹھے والی انگلی کو ملا کے ارشاد فرمایا کہ عالم اور متعلم دونوں اجر میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو طالب علم اسلام کی ترویج واشاعت کے لئے دین حاصل کرتا ہے اسی تڑپ میں جب اس کا وصال ہوتا ہے تو اللہ اس کو جنت میں انبیاء کرام کے ساتھ مقام عطا فرماتا ہے کہ صرف ایک درجے کا فرق باقی رہ جاتا ہے۔ اور حقیقت میں وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نائب ہیں جنہوں نے سنت سے پیار بھی کیا اور ہمیشہ لوگوں کو سنت کا درس بھی دیا۔ اس سلسلے میں عالم دین اور متعلم اجر میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔

الغرض عموماً زندگی کے جس حصے میں علم کی تحصیل ہوتی ہے، وہ نسبتاً پر آشوب دور ہوتا ہے، نئی نئی خواہشات ابھرتی ہیں، آرزوئیں جوان ہوتی ہیں اور تمنائیں انگڑائیاں لیتی ہیں۔ ان ساری خواہشات اور تمناؤں کی زد سے محفوظ رہ کر یکسوئی کے ساتھ تحصیل علم میں مصروف رہنا بہت بڑی کامیابی ہے۔ کسی موڑ پر اگر قدم بہکا تو وہ ناکامی تک پہنچا دیتا ہے۔ ایک طالب علم کی ذمہ داری ہے کہ اس کا اٹھنے والا ہر قدم مقصد کی تحصیل میں ہو۔

بالعموم آج مدارس کے حالات ایسے ہوگئے ہیں کہ طلبہ کو عہد طالب علمی میں اپنے فرائض سے دلچسپی نہیں ہوتی۔ وہ ایک غیر ذمہ دارانہ زندگی گزارنے کے عادی ہوجاتے ہیں۔ گزرنے والے اوقات کی قدر وقیمت کا احساس نہیں ہوتا۔ سود وزیاں کا امتیاز کئے بغیر وہ اپنے لمحات کو استعمال کرتے ہیں، بے جا لہو ولعب اور غیر مفید بحث ومباحثہ ان کے روزانہ معمولات کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے اندر بہت سی صلاحیتیں مخفی ہوتی ہیں۔ ان خفیہ صلاحیتوں کا اگر درست استعمال ہو تو وہ ایک زمانہ فتح کر سکتے ہیں۔ زندگی کے ہر موڑ پر وہ ایک انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ وہ اپنی غفلت کی بنیاد پر قدرتی صلاحیتوں کو ضائع کردیتے ہیں۔ ان کی پیدائشی قوتیں اور فطری صلاحیتیں دبی کی دبی رہ جاتی ہیں۔ مخفی صلاحیتوں کو ابھرنے کا موقع نہیں ملتا۔ اس میں شک نہیں کہ آنے والی زندگی کا دارومدار اسی زندگی پر ہوتا ہے، محنت وجفاکشی کے ساتھ مقصد کی تحصیل میں منہمک ہو کر اگر یہ زندگی گزار لی گئی تو مستقبل میں کامیابی کی راہیں ہموار اور روشن ہوجاتی ہیں۔ اور اگر اس عہد میں غفلت، بے توجہی اور لاپرواہی کا مظاہرہ کیا گیا تو مستقبل کی بہاریں، ان سے روٹھ جاتی ہیں اور حیات کی رعنائیاں منہ موڑ لیتی ہیں۔

{تعطیل کے ایام اور ان کی مصروفیات}

ہر طالب علم کو یہ فکر ہونی چاہئے کہ اس کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہو۔ اس کی ہر گھڑی کسی مفید کام ہی میں استعمال ہو۔ ہر کام کو اگر پابندی کے ساتھ اس کے وقت میں انجام دیا جائے تو فرصت ہی نہ ملے، جو تضیع اوقات کی نوبت آئے، خود ہر طالب علم کے ذمہ درسی کتابیں اتنی ہوتی ہیں کہ ان کا مطالعہ کیا جائے تو شاید معمولی وقت بچ سکے۔ البتہ عصر سے مغرب تک روزانہ ہر طالب علم کے لئے فرصت کا وقت ہوتا ہے، جو ضروریات کی تکمیل میں استعمال ہوتا ہے۔ اگر کوئی ضرورت نہ ہو تو اسے بھی مفید طریقے سے صَرف کرنے کی کوشش ہونی چاہئے۔ جب تفریح کے لئے نکلیں تو لایعنی گفتگو کی بجائے کسی علمی اور اصلاحی پہلو پر تبادلہ خیال کریں، مثبت اور منفی ہر پہلو پر ایک دوسرے کی رائے حاصل کریں اور اس کا تجزیہ کریں۔ اس طرح ایک اچھی خاصی ذہنی ورزش ہوگی اور سوچنے سمجھنے کا شعور پیدا ہوگا۔ ہو سکے تو طلبہ مختلف ٹولیوں میں بٹ کر مختلف محلوں میں جائیں اور لوگوں کو نیک اعمال اور پاکیزہ سیرت و کردار کی دعوت دیں۔ ان کے محاسن اور اچھے اثرات کا ذکر کر کے ان کی طرف رغبت دلائیں۔

ہفتہ میں ڈیڑھ دن چھٹی کے ملتے ہیں، نصف جمعرات اور جمعہ کا پورا دن۔ آج عام طور پر ان دنوں کے تعلق سے طلبہ کا یہ تصور ہوتا ہے کہ یہ کھیل کود، ہنسی مذاق اور سونے کے دن ہیں۔ یہ شیطانی خیالات اور وسوسے ہیں جو سوئے اتفاق سے ہمارے اکثر طلبہ کے ذہن وفکر میں سرایت کر گئے ہیں۔ میرے مرشد کریم قبلہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی زید مجدہ فرماتے ہیں کہ جمعرات اور جمعہ کی چھٹیاں ہفتہ بھر میں پڑھے ہوئے اسباق دیکھنے کے لئے ہوتی ہیں۔ اور ان دنوں کو بھی مختلف حصوں میں تقسیم کر لینا چاہئے۔ کچھ وقت ضروریات کی تکمیل کے لئے، کچھ وقت ہفتہ بھر کے اسباق کے اعادہ کے لئے اور کچھ وقت دعوت و تبلیغ کے لئے بھی نکالا جائے۔ جس میں مختلف گروپ بنا کر قریبی مقامات کا دورہ ہو اور حالات اور موقع محل کے لحاظ سے لوگوں کی دینی تربیت کی جائے۔ اسلام کے عقائد ونظریات پیش کئے جائیں، روزمرہ پیش آنے والے امور اور مسائل واحکام سے روشناس کیا جائے۔ اسلامی تہذیب وتمدن کے قیام کی کوشش کی جائے۔ موقع بہ موقع بزرگان دین کے اعراس کی مناسبت سے اور دوسرے مخصوص ایام میں تعطیلات ہوتی ہیں، ان مواقع پر بزموں کا انعقاد کر کے لوگوں کو اپنے اسلاف کے نقوش حیات سے آشنا کرائیں، نیز ان کی زندگی میں پائے جانے والے دینی تصلب کو اجاگر کر کے اسے اپنانے کی تلقین کی جائے۔ بقر عید، محرم اور عید میلاد النبی ﷺ کی تعطیل ان سب کی بہ نسبت کچھ لمبی ہوتی ہے۔ ان مواقع سے گھر جانے والے طلبہ کچھ مفید اور موثر کام اپنے علاقوں میں انجام دے سکتے ہیں۔

سال میں سب سے بڑی چھٹی شعبان اور رمضان کی ہوتی ہے جو تقریباً دو مہینوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ان دنوں کو گھر پر گزارنے والے طلبہ تھوڑی تگ ودو کر کے بہت پائیدار، مضبوط اور مستحکم کارنامے انجام دے سکتے ہیں۔

اس سلسلے میں سب سے زیادہ چیز یہ ہے کہ ایک علاقے کے ان تمام طلبہ کا آپس میں ربط ہو جو کسی ادارہ میں زیر تعلیم ہوں۔ وہ تمام طلبہ اپنے گاؤں کے حالات کا گہری نظر سے جائزہ لیں اور معاشرے میں پائی جانے والی خرافات، لوگوں کی بے راہ روی اور کوتاہیوں پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں پھر معاشرے کی اصلاح اور عقائد واعمال کی درستگی کے لئے مختلف طریقہ تبلیغ کو بروئے کار لا کر مناسب اقدامات کئے جائیں۔

مندرجہ ذیل طریقے اس سلسلے میں نہایت مفید ثابت ہوں گے۔

1: ہفتہ کے دنوں کو مختلف مقامات کے لئے تقسیم کر دیا جائے۔ پھر مقررہ دن اس مخصوص جگہ پر ایسی مجلس کا انعقاد ہو جس میں لوگوں کو زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کرنے کی کوشش کی جائے۔ وہاں کے حالات کے مطابق مختلف موضوعات کا انتخاب کر کے ان پر سنجیدہ خطابات کئے جائیں۔ عوام کے مابین مشہور غلط اعتقاد اور من گھڑت باتوں کی نشاندہی کر کے صحیح امور کی طرف رہنمائی کی جائے۔ اسلام کے عقائد ونظریات پیش کر کے عظمتِ اسلام کو ان کے دلوں میں ثبت کیا جائے۔ نیز عصری حالات اور ان کے تقاضوں سے باخبر کیا جائے اور اجتماعی زندگی بہتر سے بہتر گزارنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔

2: روزانہ کسی مخصوص مقام پر آدھا، ایک گھنٹہ متعین کر کے تعلیم وتدریس کا سلسلہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ جس میں خاص طور پر عمر رسیدہ لوگوں کو موقع دیا جائے اور کم از کم ان کے اندر اتنا شعور پیدا کیا جائے کہ درست تلفظ کے ساتھ وہ قرآن کریم کی تلاوت کر سکیں۔ اس کا مستقل انتظام نہ ہونے کے سبب لوگ کسی کے پاس جا کر پڑھنے میں شرمندگی محسوس کرتے ہیں، مگر جب اس کا باضابطہ اہتمام ہونے لگے تو لوگ اس میں ضرور دلچسپی لیں گے اور شوق وذوق کے ساتھ تحصیل علم میں حصہ لیں گے۔ اس طرح وہ فرائض وواجبات کی صحیح ادائیگی پر قادر ہو کر عنداللہ مواخذہ سے محفوظ ہوں گے۔

3: اپنے علاقائی مدارس ومکاتب میں پہنچ کر وہاں کے ذمہ داروں سے تعلقات بحال کریں۔ وہاں کے نظام تعلیم اور نصاب تعلیم کا قریب سے جائزہ لیں، پھر

معیاری، پختہ اور مستحکم تعلیم وتدریس کی راہیں تلاش کریں۔ذمہ داران مدارس اور ارباب مکاتب کے سامنے باادب اپنے معروضات رکھیں، ان کو عملی شکل دینے میں ابھاریں اور خود بھی شریک کار رہوں۔آج مدارس میں درس نظامی کی پختہ تعلیم کا انتظام کچھ مشکل ہے، کیونکہ وہاں جو اساتذہ موجود ہیں، وہ اس کے متحمل نہیں۔ایک زمانہ سے درسی کتابوں سے لاتعلق ہونے کی بنیاد پر ان کی صلاحیتیں زنگ آلود ہوچکی ہیں۔ایسی صورت میں ان سے درس نظامی کی پختہ تعلیم کی امید رکھنا فضول ہے۔البتہ ابتدائی تعلیم کو ہی پختہ بنانے کی طرف توجہ دی جائے تو یہ ضرور کارگر ہوگی۔

4:اسکول اور کالج کے طلبہ کے لئے خصوصی مجلس کا انعقاد کریں، جس میں ان کے معیار کے مطابق اسلامی احکام ونظریات کی تشریح کی جائے۔ انہیں مذہبی تعلیمات سے قریب کرنے کی اور دین ومذہب کے عقائد ومعمولات کو ان کے دلوں میں راسخ کرنے کی کوشش کی جائے۔

5: حساس موضوعات کا انتخاب کرکے سبق آموز باتوں پر مشتمل پمفلٹ تیار کئے جائیں اور اسے زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی کوشش کی جائے۔اس طرح نئے موضوعات پر کتابچے تیار کراکر اسے شائع کیا جائے۔ نیز اہم موضوعات پر اصلاحی کتابیں خرید کر انہیں لوگوں میں تقسیم کیا جائے۔ان کتابوں کی اہمیت کا احساس دلاکر ان کے مطالعہ کی تلقین بھی کی جائے۔

6 :ان سب امور کی انجام دہی کے لئے چند چیزیں ضروری ہیں۔حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں : يَا طَالِبَ الْعِلْمِ إِنَّ الْعِلْمَ ذُوْ فَضَائِلَ كَثِيْرَةٍ، فَرَأْسُه' التَّوَاضُعُ، وَعَيْنُه' الْبَرَاءَةُ مِنَ الْحَسَدِ، وَأُذُنُه' الْفَهْمُ، وَلِسَانُه' الصِّدْقُ وَحِفْظُه' الْفَحْصُ وَقَلْبُه' حُسْنُ النِّيَةِ، وَعَقْلُه' مَعْرِفَةُ الْأَشْيَاءِ وَالْأُمُوْرِ الْوَاجِبَةِ، وَيَدُه' الرَّحْمَةُ، وَرِجْلُه' زِيَارَةُ الْعُلَمَاءِ، وَهِمَّتُه' السَّلَامَةُ، وَحِكْمَتُه' الْوَرَعُ، وَمُسْتَقَرُّه' النَّجَاةُ، وَقَائِدُه' الْعَافِيَةُ وَمَرْكَبُه' الْوَقَارُ وَسِلَاحُه' لِيْنُ الْكَلِمَةِ، وَسَيْفُه' الرِّضَاءُ وَقَوْسُه' الْمُدَارَاةُ وَجَيْشُه' مُجَاوَرَةُ الْعُلَمَاءِ وَمَالُه' الْأَدَبُ، وَذَخِيْرَتُه' اِجْتِنَابُ الذُّنُوْبِ وَزَادُه' الْمَعْرُوْفِ وَمَأْوَاه' الْمُوَادَعَةُ وَدَلِيْلُه' الْهُدٰى وَرَفِيْقُه' صُحْبَةُ الْأَخْيَارِ.(کنز العمال)

اے طالب علم !علم بہت فضیلت والا ہے، اس کی فراست تواضع ہے، اس کی آنکھ حسد سے برات ہے، اس کا کان فہم وفراست ہے، اس کی زبان صدق ہے، اس کا قلب حسن نیت ہے، اس کی عقل اشیاء اور واجب امور کی معرفت ہے، اس کا ہاتھ رحمت ہے، اس کا پاؤں علماء کی زیارت ہے، اس کی ہمت سلامتی ہے، اس کی حکمت تقوی ہے، اسکا انجام نجات ہے، اسکا قائد عافیت ہے، اسکی سواری وقار ہے، اسلا اسلحہ کلمات میں نرمی ہے، اسکی تلوار رضا ہے اور اس کا لشکر علماء کی صحبت ہے، اس کا مال ادب ہے، اسکا ذخیرہ گناہوں سے بچنا ہے، اسکا زادِ راہ بھلائی ہے ، اسکا ٹھکانہ جنت ہے اسکی دلیل ہدایت ہے، اسکا ساتھی نیک لوگوں کی صحبت ہے ۔تو یہ وہ باتیں ہیں جو ایک طالب علم کے لئے نہایت لازمی اور ضروری ہیں۔

(الف) وہ طلبہ خود احکام کے پابند ہوں، فرائض وواجبات کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں، کیونکہ بدعملی کو دیکھ کر عوام کی نظروں سے وقار واعتماد جاتا رہتا ہے۔ان کے دل متنفر ہوجاتے ہیں اور پھر ان کی باتوں پر وہ کان نہیں دھرتے۔نیز خود عمل پیرا ہوکر کوئی بات کہی جائے تو اس کے اثرات بھی زود اثر اور دیرپا ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان دعوتی امور میں کسی طرح کی کوئی ذاتی منفعت داخل نہ ہو، بلکہ نہایت خلوص وللّٰہیت کے ساتھ محض خدمت دین کے پیش نظر ان امور کو انجام دیا جائے اور عنداللہ اس کے اجر کی امید رکھی جائے۔

(ب) اس راہ میں مشکلات اور پریشانیاں تو بہر حال درپیش ہوں گی، بسا اوقات لوگوں کی طرف سے طعن وتشنیع سے لبریز حوصلہ شکن الفاظ بھی سننے پڑیں گے، مگر ان سے حوصلے پست نہ ہونے پائیں، ہمتیں سرد نہ ہوں، بلکہ خندہ پیشانی کے ساتھ ان کا سامنا کریں اور مضبوط ارادے، مستحکم عزائم کے ساتھ آگے بڑھتے رہیں۔

(ج) ان امور کی انجام دہی کے لئے اپنے علاقے کے کسی مخلص اور صاحب فکر وبصیرت ذمہ دار عالم دین کی رہنمائی حاصل کی جائے، جو گاہے بگاہے حالات و واقعات کے تناظر میں مناسب مشورے دیتے رہیں اور خدمتوں کو سراہتے ہوئے آگے بڑھنے کے لئے حوصلہ اور توانائی فراہم کرتے رہیں۔

عہد طالب علمی میں اگر ان امور کو انجام دیا گیا تو مختلف جہتوں میں بڑے مفید نتائج ظاہر ہوں گے۔معاشرے کی اصلاح اور عقائد واعمال کی درستی تو ہوگی ہی، ساتھ ہی طلبہ کے اندر تبلیغ واشاعت کا جذبہ اور قوم وملت کی ہمہ جہت رہنمائی کا حوصلہ پیدا ہوگا۔ نیز اسی عہد طالب علمی میں انہیں اچھے خاصے تجربے ہوجائیں گے اور اس پرخطر راہ کو عبور کرنے کے طور طریقے معلوم ہوں گے، جس کی بنیاد پر مستقبل میں دعوتی امور کو انجام دینا ان کے لئے آسان ہوجائے گا۔اصل میں حقیقت یہ ہے کہ یہی ہے تیرے لئے اب صلاح کار کی راہ

اللہ تعالی تمام طلبہ کو علمی منزل پانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

فنا فی الشیخ صوفی غلام سرور جلالی قدس سرہ العزیز کے ختم چہلم کے موقع پر بھکھی شریف میں

آل پاکستان سُنی کانفرنس کا خلاصہ

(۱۸ فروری ۲۰۲۴ء بروز اتوار صبح ۸ بجے تا نماز ظہر باقر اینڈ سنز گراؤنڈ نزد الجنت میرج ہال بھکھی شریف)

از: کنز العلماء ڈاکٹر حضرت مولانا مفتی محمد اشرف آصف جلالی صاحب زیدہ شرفہ واطال اللہ تعالی عمرہ

ترتیب: از مولانا محمد نثار علی قادری (متعلم مرکز صراط مستقیم تاج باغ لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسول الکریم

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی

(سورۃ طہ رقم الآیۃ: ۸۲)

اللہ پاک کا کروڑوں بار شکر ہے کہ اس نے ہمیں تاریخی سنی کانفرنس بھکھی شریف کا یہ موقع عطا فرمایا ہے۔ اسٹیج پر جتنے سادات کرام ،مشائخ ،علماء کرام ،شیوخ الحدیث ،مدرسین اور مجمع کے اندر بھی اکثر خطباء ،ائمہ کرام ،علماء کرام رونق افروز ہیں۔ اور جتنے احباب پنڈال کے اندر یا باہر موجود ہے میں سب کا شکر گزار ہوں کہ آپ سب نے اگر چہ ٹھنڈ بہت تھی مگر اس کے باوجود یہاں سے ہی نہیں بلکہ دور دراز سے شرکت کی اللہ تبارک وتعالی اس پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور مرکز صراط مستقیم اور جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور ہمارے پاس جن علماء کرام نے دورہ حدیث پڑھا اور تخصص فی الفقہ والعقائد میں اس سال فارغ ہوئے ان تمام حضرات کو میں اپنی طرف سے مبارکباد پیش کرتا ہوں، اللہ ان کو عملی زندگی کے میدانوں میں رحمتیں برکتیں عطا فرمائے۔

آج حضرت حافظ الحدیث ،امام اہل سنت ،حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب نقشبندی قادری قدس سرہ العزیز کی دھرتی بھکھی شریف میں یہ تاریخی سنی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ بھکھی شریف کی تاریخ کا یہ سب سے بڑا اجتماع ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے۔ اور یہ ہمارا کمال نہیں حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا فیض ہے اس بھکھی شریف کا کیا کہنا کہ جس کے ارد گرد اتنے بڑے بڑے اجتماعات ہوتے ہیں یہ سارا انہی کا فیض ہے۔

آج میرے والد گرامی حضرت صوفی غلام سرور گوندل جلالی قدس سرہ العزیز کا چہلم شریف بھی ہے اور والدہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا آپ کا سالانہ ختم ہے، برادر اکبر الحاج محمد احسن گوندل جلالی ان کا بھی سالانہ ختم ہے اور مناظر کبیر حضرت مفتی محمد عابد جلالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کا بھی سالانہ ختم شریف ہے۔

اگر چہ تفصیلی مقالے کا میرا پروگرام تھا لیکن چونکہ دور دراز سے جو علماء و مشائخ رونق افروز ہوئے ابھی بہت سے باقی بھی رہ گئے ان کا اظہار خیال بھی ضروری تھا اور وہ ساری تقریریں میرا ہی مقالہ تھیں اور بڑے احسن انداز میں علماء ومشائخ نے اپنے علم وحکمت سے فیضیاب کیا ہے اگر چہ میرا مقالہ بڑا ضروری ہے لیکن یقینا نماز سب سے ضروری ہے۔ تو میں اختصار کروں گا اور پھر پروگرام کا جس طرح میں

نے بتایا ہے اس کے مطابق ان شاء اللہ آگے سلسلہ چلے گا اور ساتھ ہی میں یہ اعلان بھی کرنا چاہتا ہوں کہ غازیِ ملت، شہید ناموس رسالت ،حضرت غازی ممتاز حسین قادری شہید قدس سرہ العزیز آپ کا سالانہ عرس مبارک جس کا اعلان آپ کے خاندان نے کیا ہے میری طرف سے بھی اس اعلان کی حمایت کی جاتی ہے۔ 28/29 فروری کو جو بارہ کہوا سلام آباد میں منعقد ہو رہا ہے آپ سے اور دیگر حضرات سے میں اپیل کرتا ہوں کہ خصوصی طور پر غازی صاحب کے عرس مقدس میں شرکت کی جائے۔

میں نے قرآن مجید برہان رشید کی جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے ۔خالق کائنات جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى

اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا۔

تفسیر درمنثور میں عظیم تابعی حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے (ثُمَّ اهْتَدٰى) کی تفسیر مذکور ہے۔آپ فرماتے ہیں:

ثُمَّ اسْتَقَامَ لِفِرْقَةِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ (التفسیر الدر المنثور ،رقم السورة طه،تحت رقم الآیة : ۸۲)

سب سے پہلے توبہ، اس کے بعد ایمان ،اس کے بعد عمل صالح ،اس کے بعد کامیابی کی جو آخری اتھارٹی ہے،اور جو خصوصی تاج ہے، وہ کیا ہے؟

کہ انسان مستقیم ہو جائے، وہ اہل سنت و جماعت ہے۔

یہ جس ٹائٹل پر ہم چہلم شریف کے موقع پر کانفرنس کر رہے ہیں یہ سنی کانفرنس، یہ پیغام ،قرآنی پیغام ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مقدس سے بارہا یہ ٹائٹل اہل سنت و جماعت کا ارشاد فرمایا ہے۔اور ہم عصر حاضر میں صدیوں سے جو ہمارا تعارف آیا ہے جس پر صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین ،آئمہ مجتہدین ،تمام اولیاء کرام انہوں نے اپنی زندگیاں بسر کی ہیں۔آج عصر حاضر میں اس عقیدہ اہل سنت پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور ہمارا کام اپنے مسلک کو بچانا ہے، اس لیے ہم سالہا سال سے سنی کانفرنسز کا انعقاد کرتے آئے ہیں۔

گزشتہ سال مینار پاکستان پہ سنی کانفرنس کا انعقاد ہوا اور اس سال عجیب حکمت ہے کہ گزشتہ سال والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ مینار پاکستان سنی کانفرنس میں شریک ہوئے اور سال کے دوران جب بھی میں نے لاہور کیلئے درخواست کی تو فرماتے تھے کہ جب سالانہ جلسہ ہوگا تو پھر میں لاہور آؤں گا۔تو جلسے کوانہوں نے یہاں ہی بلالیا آپ دنیا سے تشریف لے گئے اور یہ بھکھی شریف کے لحاظ سے تاریخ میں ان شاء اللہ سنی کانفرنس بھکھی شریف لکھی جائے گی اور اللہ کے فضل سے اس کے دوررس اثرات مرتب ہوں گے اور کچھ لوگوں کی روش کے خلاف یہ ایک ریفرینڈم ہے اہل سنت و جماعت کا کہ جس میں اتنے سادات کرام اتنے مفتیان کرام ، اتنے پیران عظام اور اتنے غیور اہل سنت اس ٹھاٹھیں مارتے سمندر کے اندر موجود ہیں ۔اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی راہ راست پر آنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایسے ہی "الابانة الکبری لابن بطة "، جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۹۴ رقم الحدیث : ۲۱۴ پر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت مروی ہے اور اس کی پوری سند موجود ہے۔آپ فرماتے ہیں:

النَّظَرُ فِي الْمُصْحَفِ عِبَادَةٌ

قرآن مجید کو دیکھنا عبادت ہے۔

وَالنَّظَرُ إِلَى الرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ

اور اہل سنت کے ایک فرد کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔

الَّذِی یَدْعُو إِلَی السُّنَّةِ، وَیَنْهَی عَنِ الْبِدْعَةِ عِبَادَةٌ

(الابانة الکبری لابن بطة، المجلد الاول، رقم الصفحة :۹۱، رقم الحدیث: ۲۱۴)

اہل سنت کا وہ فرد کہ جو سنت کی دعوت دیتا ہے اور بدعت سے روکتا ہے۔

اور جس پس منظر یا محاورے میں یہ گفتگو کی گئی ہے اس میں بدعت سے مراد سارے بدعقیدہ لوگ مراد ہیں۔ساری بداعتقادی کو اگر مختصر بیان کیا جائے تو ان کو اہل بدعت کہا جاتا ہے۔اور صحیح العقیدہ کو اہل سنت کہا جاتا ہے۔

وہ شخص جو اہل سنت کا ہو اس کا مسلک اہل سنت ہو اور پھر چپ سرکار بن کر نہ بیٹھے بلکہ وہ سنت کا پیغام دے، اہل سنت کا پرچار کرے، اہل سنت کے مسلک کو واضح کرے اور ساتھ ساتھ ہر بدعقیدہ کا رد کرے ۔تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

وَالنَّظَرُ إِلَی الرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ

اس شخص کے چہرے کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔

اس حدیث کو جو قول صحابی ہے پیش کرنے کا مقصد ایک تو جتنے بھی افراد اہل سنت، علماء کرام یہ کام کر رہے ہیں، سنت کی دعوت دے رہے ہیں، بداعتقادی سے روک رہے ہیں ان کی عظمت کو اجاگر کرنا ہے اور دوسرا عوام میں اہل سنت کے جو احباب بیٹھے ہیں یا جو سنیں گے ان کو یہ دعوت ہے کہ وہ اہل سنت کے عقائد کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد اس پیغام کو آگے پہنچائیں تاکہ وہ بھی اس منصب پر فائز ہو جائیں۔

الَّذِی یَدْعُو إِلَی السُّنَّةِ، وَیَنْهَی عَنِ الْبِدْعَةِ عِبَادَةٌ

اور پھر ان کو چہرے کو دیکھنا بھی عبادت قرار پائے۔

آج جو بہت بڑی آزمائش ہے وہ مسلکی جنگ کے اندر خلط مبحث ہے۔لوگوں کو مس گائیڈ کیا جاتا ہے۔ایک فرقہ اہل بیت کی محبت کا نعرہ لگاتا ہے اور صحابہ کے خلاف اپنے بغض کو ظاہر کرتا ہے اور دوسرا فرقہ صحابہ کی محبت کا نعرہ لگاتا ہے اور اہل بیت کے خلاف اپنے بغض کو ظاہر کرتا ہے۔جبکہ اہل سنت وہ فرقہ ناجیہ ہے جو اہل بیت اطہار سے بھی پیار کرتا ہے اور صحابہ کرام سے بھی پیار کرتا ہے۔

اس لئے کہ محبت اہل بیت رضی اللہ عنہم فرائض میں سے ایک فرض ہے اور محبت صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم فرائض میں سے ایک فرض ہے لیکن ان کی ایک بڑی شرط کو ترک کرنے کی بنیاد پر رافضیت اور خارجیت جیسی بیماری پیدا ہوتی ہے۔

محبت صحابہ فرض ہے لیکن اس کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے ہو۔اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سائیڈ پہ کر کے معاذ اللہ محض صحابہ سے محبت، وہ اہل سنت نہیں وہ خارجیت و ناصبیت ہے۔ایسے ہی اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے محبت فرض ہے لیکن اس کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے ہو، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ہو، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہو، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہٹ کر نہ ہو۔اگر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت کے بغیر اہل بیت سے محبت کی جائے تو وہ رافضیت و تفضیلیت بنتی ہے ۔یہی ہمارا جھگڑا ہے ان لوگوں سے جو پرانے رافضی ہیں یا اب ان کی جو بی (B) ٹیم بنی ہے نئی نئی اور جو تفضیلی ہیں۔

یہ میرے پاس مکتوبات شریف ہے، جس میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بیماری کا تذکرہ کرتے ہوئے واضح لفظوں میں لکھا:

دو بڑے امام ان کے نام ہمیشہ یہ آخری صدیوں میں بطور سند پیش کیا

جاتا ہے:

1۔مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

2۔حضرت مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف کے اندر یہ فیصلہ پہلے دیوار پر لکھا ہوا تھا اب نہیں ہے اس کا ٹائٹل ''متفقہ فیصلہ'' تھا جو حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھوایا تھا کہ اس بھکھی شریف کے درس کا جو ناظم ،جو مہتمم ،جو مدرس ،عملہ کا جو فرد حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ،حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریحات کا پابند نہیں ہوگا ،وہ خود بخود کالعدم ہو جائے گا،اس کا اس مرکز کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

مجدد الف ثانی نے مکتوبات شریف جلد ۲ صفحہ نمبر ۸۶ پہ واضح طور اس چیز کو لکھا جس کی جنگ ہم آج بھی پورے طریقے سے لڑ رہے ہیں ۔آپ لکھتے ہیں کہ

اگر کسے محبت امیر را استقلالا اختیار کند

اگر کوئی حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی محبت کو استقلالا یعنی سرکار ﷺ سے ہٹ کر سرکار ﷺ کی وساطت کے بغیر مولا علی رضی اللہ عنہ کا دیوانہ بنے ،آج لوگ کہتے ہیں ،علی علی کرنا ہے اور ہمیں کوئی روک نہیں سکتے اور یہی سب کچھ ہے۔

اگر کسے محبت امیر را استقلالا اختیار کند

اگر کوئی حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی محبت کو استقلالا اختیار کرتا ہے۔ یعنی انہیں سرکار ﷺ کے وسیلے سے نہیں مانتا سرکار ﷺ کی طرف سے ہو کر نہیں آتا بلکہ ڈائریکٹ مولا علی رضی اللہ عنہ کو مانتا ہے تو کیا ہوتا ہے اور کیسے استقلالا مانتا ہے کہ

وحب حضرت پیغمبر ﷺ را دراں مدخل نہ دھد

اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت کو اس میں دخل نہیں دیتا، سرکار ﷺ کو بالکل سائیڈ پہ رکھ کے ڈائریکٹ مولا علی رضی اللہ عنہ کو مانتا ہے سرکار ﷺ کے طفیل نہیں مانتا ،سرکار ﷺ کے صدقے اور وسیلے سے نہیں مانتا۔

از مبحث خارج است

ایسا بندہ تو بحث سے ہی خارج ہے

وقابل مخاطبت نہ

اور منہ لگانے کے قابل ہی نہیں ہے۔

اس کی تو ہم سے بات ہی نہ کرو۔اب دوسرا ٹولہ اس کو محبت علی رضی اللہ تعالی عنہ کہہ رہا ہے اور اہل سنت کے امام کہتے ہیں کہ یہ منہ لگانے کے قابل نہیں۔

کیوں؟ یہ کیا کر رہا ہے؟ اسکو کوئی نمبر ملیں گے محبت اہل بیت کے قیامت کے دن؟

غرض او ابطال دین است

یہ دین کا کام نہیں کر رہا اس کا مقصد دین کو باطل کرنا ہے۔

اب کتنی غلط فہمی ہے یہ دو نمبر ٹولہ اسے محبت اہل بیت بتا رہا ہے، ان کی ساری اب کی تقریریں استقلالا کے زمرے میں آتی ہیں، ہمارے کئی سال کے چیلنج گزر گئے ان کے نکیل ڈالے ہوئے میں کہتا ہوں گھر بیٹھ کر ہی مجدد صاحب کی اس عبارت کو پڑھ کر اس کا جواب دے دو۔ایک یہ عبارت ہے اور دوسری اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''المعتمد المستند''میں ہے جس میں انہوں کہا کہ

لیس حب الصحابۃ لذواتھم ولا حب اھل البیت

لانفسھم بل حبھم جمیعا لوصلتھم برسول اللہ ﷺ

(المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد مطبوع دار اھل سنۃ، صفحۃ: ۲۶۴)

صحابہ کرام کی محبت ان کی ذوات کی وجہ سے نہیں، اور اہل بیت کی محبت بھی ان کی اپنی ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ ان سب کی محبت رسول اللہ ﷺ کی ذات سے نسبت کی وجہ سے ہے۔

اب اس جملے کو بیان کرنے کی جرأت اگر کوئی کرسکتا ہے تو پھر آج کا پکا رضوی جلالی کرسکتا ہے، پکا سنی کرسکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے کہا کہ جس کی وجہ سے رفض کی جڑ کٹتی ہے وہ یہ جملہ ہے اور یہ قرآن وسنت سے ماخوذ ہے جو اعلیٰ حضرت نے اصول لکھا ۔فرمایا

لیس حب الصحابۃ لذواتھم

صحابہ کی محبت فرض تو ہے لیکن ان کی ذوات کی وجہ سے فرض نہیں ہے، صحابہ کا پیار فرض ہے مگر ان کی ذوات کی وجہ سے نہیں

ولا حب اھل البیت لانفسھم

اہل بیت اطہار کا پیار بھی فرض ہے مگر ان کی ذوات کی وجہ سے۔ کیوں فرض ہے؟

بل حبھم کلھم جمیعا لوسلۃ رسول اللہ ﷺ

بلکہ ان سب کی محبت سرکار ﷺ کی وجہ سے فرض ہے۔

اگر سرکار ﷺ کو چھوڑ کر صحابہ سے پیار کیا جائے وہ خارجیت اور ناصبیت ہے۔

اور اگر سرکار ﷺ کو چھوڑ کر اہل بیت کرام سے پیار کیا جائے تو وہ رافضیت وتفضیلت ہے۔

اگر صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سرکار ﷺ کی وساطت سے پیار کیا جائے تو یہ اہل سنت وجماعت ہے۔

اب اگر کوئی سرکار ﷺ کو چھوڑ کر مولا علی رضی اللہ عنہ سے پیار کرتا ہے اور ہر تقریر میں ان کو مستقل طور پر پیش کرتا ہے۔ اور بعض باتوں میں تو سرکار ﷺ سے بھی آگے بڑھا دیا جاتا ہے تو وہ کیا کر رہا ہے ؟ مجدد پاک فرماتے ہیں:

غرض او ابطال دین است وھدم شریعت

یہ بندہ معاذ اللہ دین کو باطل کرنا چاہتا ہے اور اس کا مقصد شریعت کو مٹانا ہے۔

میخواھد کہ بے توسط حضرت پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام راہ اختیار کند

یہ چاہتا ہے کہ سرکار ﷺ کی وساطت کے بغیر ہی کوئی رستہ بنائے ۔سرکار ﷺ کے سائیڈ سے ہی گزر کر کوئی رستہ بنالے۔

واز محمد بعلی گراید

اور یہ سرکار ﷺ کو چھوڑ کر مولا علی رضی اللہ عنہ کے پاس جارہا ہے۔ سرکار ﷺ کے صدقے نہیں مانتا۔ وہ جو روافض کا پرانا نظریہ ہے کہ فرشتے کو غلطی ہوگئی تھی وحی لانی کہیں اور تھی لے کر کہیں اور چلا گیا (معاذ اللہ)

یہ جو آج استقلالا مان رہے ہیں اور تفضیلی جو استقلالا کی تقریریں کر رہے ہیں، یہ خود تو ہین رسالت بنتی ہے۔ سرکار ﷺ کو چھوڑ کر مولا علی رضی اللہ عنہ کی طرف آرہے ہیں۔ مجدد صاحب نے کتنی صدیاں پہلے ہی یہ مرض بیان کیا اور فرمایا:

وھو عین الکفر

یہ دھندہ عین کفر ہے، یہ اسلام نہیں، یہ ایمان نہیں، یہ محبت اہل بیت نہیں۔

ومحض الزندقه

یہ محض زندیقیت ہے، اس کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔

وعلی ازوے بیزار است

اور مولا علی رضی اللہ عنہ ایسے محب سے بیزار ہیں جو رسول پاک ﷺ سے علیحدہ کر کے ان کو مانتے ہیں، سرکار ﷺ کی وساطت سے نہیں مانتے ہم اہل سنت کہتے ہیں کہ مولا علی رضی اللہ عنہ کی شان بڑی مگر انہیں جو بھی ملا ہے سرکار ﷺ کے صدقے سے ملا ہے۔ انہیں جو ملا ہے سرکار دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے در سے ملا ہے۔ اور جتنی تقریریں ان کے مستقل ہونے کی کی جارہی ہیں وہ زندیقیت ہیں، یہ میں نہیں کہہ رہا یہ مجدد الف ثانی کہہ رہے ہیں اور اصالۃ اور بالذات کی بحثیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کر رہے ہیں اور ان لوگوں کو دعوت ہے۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے	
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا	

مولا علی رضی اللہ عنہ سے غیر شرعی محبت کر کے اگر تم چاہو کہ کل قیامت کے دن وہ تمہارا ہاتھ پکڑیں اور جنت لے جائیں۔ مجدد صاحب کہتے ہیں:

علی ازوے بیزار است

حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بندے سے جو کہتا پھر رہا ہے، اشتہار چھپواتا پھر رہا ہے کہ میں محب علی ہوں، بیزار ہیں کہ تو میرا محب نہیں ہے۔

واز کردار اودر آزار

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کو ایسے لوگوں سے تکلیف ہے کہ مجھے جن کے صدقے سب کچھ ملا ہے جن کے در سے سب کچھ ملا ہے یہ مجھے ان کے برابر کر رہے ہیں یا مجھے ان سے بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تو اس بنیاد پر یہ مختصر سا سبق، آج کی اس گفتگو کے اندر آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ بات تو بڑی تفصیلی ہے لیکن اس پورے ٹولے کیلئے پوری دنیا میں وہ جہاں جہاں بھی ہیں یہ دونوں حوالے ان پر میرا قرض ہیں، قیامت آجائے گی مگر اس کا جواب نہیں دے سکیں گے۔ جواب تب دیں گے جب اسی مسلک پہ آئیں گے جس مسلک پر ہم آج موجود ہیں۔

اپنی گفتگو کو میں ان اشعار پہ ختم کرنا چاہتا ہوں۔

ایک بار کہو میں سنی ہو ں ۔ ہر بار کہو میں سنی ہوں
جب رفض نے شور مچایا ہو ۔ جب خارجی سر چڑھ آیا ہو
جب مرزائی کا سایہ ہو ۔ جب ملحد نے سر کھایا ہو
پھر یار کہو میں سنی ہوں ، ہر بار کہو میں سنی ہوں

جب ابلیسی غمخوار بنے، کچھ بیرونی دلدار بنے
جب اپنے بھی اغیار بنے، جب ساتھی بھی مکار بنے
للکار یہ ہو میں سنی ہوں ۔ ہر بار کہو میں سنی ہوں

جب رہبر بھی غدار بنے، جب مرشد بھی نجکار بنے
جب چور بھی پہریدار بنے ، جب جینا بھی دشوار بنے
ہوشیار رہو میں سنی ہوں ، ہر بار کہو میں سنی ہوں

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین



رمضان میں اعتکاف اور اس کی برکات

از قلم: محافظ ناموس رسالت ﷺ مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی زید شرفہ

ماہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو مختلف انواع کی عبادات کا سرور عطا فرمایا ہے۔ ان عبادات میں سے ایک نہایت ہی منفرد اور لذیذ عبادت رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے۔

☆ اعتکاف مخلوق سے رابطہ منقطع کر کے خالق کی طرف بھرپور انداز میں متوجہ ہونے کا نام ہے۔ ☆ اعتکاف خلوت میں رب ذوالجلال کی یاد سے مانوس ہونے کا نام ہے ☆ اعتکاف اپنے عادی اور مالوف ماحول سے نکل کر اور وہ چیزیں جو عادی طور پر انسان کا دل معاشرے میں لگاتی ہیں ان سے قطع تعلق ہو کر محض ربّ کی محبت میں مسرور ہونے کا نام ہے۔ ☆ اعتکاف ماحول کی آلودگی سے یکسر محفوظ ہو کر رحمت حق کے شبنم کے حصول کا نام ہے۔ ☆ اعتکاف اپنے معاشرے اور سوسائٹی میں موجود کج روی اور اپنے ماحول کی گندگی سے بچ کر ربّ ذوالجلال کی اطاعت اور اسکی بندگی کے گلشن میں ڈیرہ لگانے کا نام ہے۔ ☆ اعتکاف دل کے تمام محلوں کو ذکر الٰہی سے آباد کرنے کا نام ہے۔ ☆ اعتکاف اپنی سوچ کو بحر ریاضت میں غسل دینے کا نام ہے۔ ☆ اعتکاف اپنے کردار کو سنت نبوی کے سانچے میں ڈھلنے کا نام ہے۔ ☆ اعتکاف دنیا کی لذتوں سے منہ موڑ کر آخرت کی چاشنی محسوس کرنے کا نام ہے۔ ☆ اعتکاف لذت ہے۔ ☆ اعتکاف چاہت ہے ☆ اعتکاف الفت ہے ☆ اعتکاف زندگی ہے بلکہ اعتکاف بندگی اور تابندگی ہے۔ ☆ اعتکاف سے ظاہر بھی منور ہوتا ہے باطن بھی منور ہوتا ہے۔ ☆ اعتکاف سے دربار رسالت کے ذریعے سے دربار الٰہی میں انسان کو رسائی کا شرف ملتا ہے۔

آیئے اس عظیم عبادت کے خدوخال کو سمجھنے کیلئے قرآن وسنت کی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے اسکی چاشنی اسکی عظمت اسکی فضیلت اور اسکے احکام کو سمجھیں۔ قرآن مجید میں سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ (پارہ ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۷)

اور تم اپنی بیویوں کو ہاتھ نہ لگاؤ اس حال میں کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کر رہے ہو۔

{اعتکاف کا معنیٰ ومفہوم}

{لغوی معنیٰ}: اَلْاِقْبَالُ عَلَی الشَّیْءِ وَمُلَازَمَتُهٗ عَلٰی سَبِیْلِ التَّعْظِیْمِ

عکوف یہ ہے کہ تعظیم کے طریقہ پر کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا اور کسی چیز کے ساتھ ہمیشگی اختیار کرنا۔

{شرعی معنیٰ} هُوَ الْاِحْتِبَاسُ فِی الْمَسْجِدِ عَلٰی سَبِیْلِ الْقُرْبَةِ۔

(مفردات الفاظ القرآن فی غریب القرآن ص 343)

اعتکاف یہ ہے کہ اپنے آپ کو مسجد میں بندگی کی خاطر روک لینا۔

مطلقاً کسی جگہ پہ اپنے آپ کو روک لینا شریعت میں اعتکاف نہیں کہلائے گا۔ شریعت میں مشروط طریقے سے اور مکمل ارکان کی روشنی میں اپنے آپ کو مسجد میں وقت معین سے لیکر وقت معین تک روکے رکھنے کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔

غنیۃ الطالبین جو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے اس میں اعتکاف کی تعریف یوں کی گئی:

اَلْاِعْتِكَافُ هُوَ حَبْسُ النَّفْسِ فِیْ مَكَانٍ مَخْصُوْصٍ وَلُزُوْمُ الشَّیْءِ وَالْمُدَاوَمَةُ عَلَيْهِ (غنیۃ الطالبین ص ۲۷)

اعتکاف یہ ہے کہ مخصوص جگہ (یعنی مسجد) میں اپنے آپ کو روک کے رکھنا۔ اور کسی شی کے ساتھ لازم ہو جانا (یعنی مسجد میں اپنے آپ کو رکھنے کا پابند کرنا) اور اس پر (دس دنوں تک) مداومت اور ہمیشگی اختیار کرنا۔

یعنی مخلوق سے اپنے نظریں پھیر لینا اور اپنے رابطے منقطع کر لینا، مخلوق

سے اپنے آپ کو الگ تھلگ کر کے جدا کر کے توجہ الی الخالق کا پابند بنا کے بٹھا دینا کہ اب تم نے نہ کہیں اور جانا ہے اور نہ کچھ اور سوچنا ہے۔

وَ كُلَّمَا قَوِيَتِ الْمَعْرِفَةُ بِاللّٰهِ وَ الْمُحَبَّةُ لَه' وَ الْاُنْسُ بِهٖ اَوْرَثَتْ صَاحِبَهَا الْاِنْقِطَاعَ اِلَى اللّٰهِ

''جوں جوں بندے کی معرفت قوی ہوتی ہے اور اسکی اللہ تعالی سے محبت بڑھتی جاتی ہے اس سے اُنس زیادہ ہو جاتا ہے اس میں اللہ تعالی کی طرف یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے،،

جس وقت وہ بندہ اعتکاف سے باہر تھا تو اس کا دل تب لگتا تھا۔ جب لوگوں کی باتیں سنے یا اپنے اہل وعیال سے ملاقات کرے۔ یا جب دوستوں سے گپیں لگائے۔لیکن اعتکاف میں ایسے بندے کو چین تب ملتا ہے جب وہ زیادہ سے زیادہ بندگی کرے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ متوجہ ہو جائے اور جو فطرت میں عادی اُنس کی چیزیں تھیں یعنی دوستوں رشتہ داروں سے ملاقات جس سے اُنس محسوس ہوتا تھا ملاقات نہ ہونے کی صورت میں وحشت محسوس ہوتی تھی۔

اب تنہا اس خیمہ میں رہنے کے ساتھ اعتکاف نے اس میں یہ انقلاب برپا کر دیا۔ کہ اب عادت کی مصروف چیزیں طبیعت سے نکل گئی ہیں اس وقت اسکو اُنس تب محسوس ہوتا ہے۔ جب رب کو زیادہ یاد کرتا ہے۔تو یہ اعتکاف میں بندے کو حیثیت ملتی ہے اور پھر جب وہ متعدد بار اعتکاف کے مرحلے سے گذرتا ہے۔ تو پھر گھر میں بیٹھے ہوئے بھی آگے پیچھے اس کی ظاہری دل لگانے کی چیزوں کی بانسبت اللہ تعالیٰ کی یاد سے دل زیادہ مُتلذذ ہوتا ہے۔ اسکا دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی وجہ سے وحشت سے نکل کر اُنس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

کسی نے اللہ تعالی کے ایک ولی سے پوچھا تھا کہ تم گھر میں تنہا بیٹھتے ہو۔ نہ دوستوں کی مجلس میں آتے ہو اور نہ ہی تم اتنی زیادہ انجمن آرائی کرتے ہو، نماز پڑھتے ہی گھر میں تنہائی کے ساتھ بیٹھے رہتے ہو، تمہارا دل علیحدہ کمرے میں کیسے لگتا ہے۔ جبکہ انسان کو تمدن پسند ہے۔ ماحول، رونق کی وجہ سے دل کو سرور ملتا ہے اور تم تنہائی پسند ہو تمہارا دل کیسے لگتا ہے۔

اَمَا تَسْتَوْحِشُ کیا تمہیں وحشت محسوس نہیں ہوتی ؟ تو وہ کہنے لگے۔

كَيْفَ اَسْتَوْحِشُ۔ مجھے وحشت تنہائی میں کیسے محسوس ہو۔

وَهُوَ يَقُوْلُ اَنَا جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِىْ۔ (لطائف المعارف ص ۱۹۱)

حالانکہ میرا رب فرماتا ہے جو مجھے یاد کرے میں اسکے ساتھ ہوتا ہوں۔

جلیس کا لغوی معنی ہے (بیٹھنے والا) مطلب یہ ہے کہ جو مجھے یاد کرے وہ تنہا نہیں ہوتا میں اسکے ساتھ ہوتا ہوں۔ کسی نے سچ کہا کہ

تنہائی بھی کبھی ہم نے تنہا نہ گزاری

اس انداز سے ان لوگوں کا مقام اعتکاف کی وجہ سے ہو جاتا ہے۔ اعتکاف کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف اتنا متوجہ ہوتے ہیں۔ پہلے کی عادتیں ہی بدل جاتی ہیں پہلے جن ذریعوں سے انس ملتا تھا اب اس کا انداز بدل گیا ہے اب تنہائی میں بھی اسکو اللہ تعالیٰ کی یاد سے لذت آتی ہے۔

تو وہ شخص کہنے لگا کہ مجھے تنہائی میں وحشت کس طرح ہو سکتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَنَا جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِىْ جو میرا ذکر کرے میں اسکے ساتھ ہوتا ہوں۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِىْ بِىْ۔ (صحیح بخاری کتاب التوحید حدیث نمبر 7405)

میں اپنے بارے میں بندے کے گمان کے مطابق ہوں

میرا بندہ مجھے جتنا اپنے قریب سمجھے میں اتنا ہی قریب ہوں تو جس وقت ایک انسان کا تصور پختہ ہو جاتا ہے اور دل میں اللہ تعالیٰ کا ذکر رچ بس جاتا ہے اسکے بعد دل میں انقلاب برپا ہو جاتا ہے یہ انقلاب برپا کرنا بھی اعتکاف کا حقیقی مقصد ہے۔

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں: اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهٖ (صحیح بخاری کتاب الاعتکاف حدیث نمبر ۲۰۲۶)

رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک کا آخری عشرہ اعتکاف فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپکو اپنے ہاں بُلا لیا۔ پھر رسول اللہ کے وصال کے بعد آپکی ازواج بھی اعتکاف فرماتی

رہیں۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: **كَانَ يَعْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ عَشْرًا فَاعْتَكَفَ عِشْرِينَ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ**

(صحیح بخاری کتاب فضائل قرآن ج 2ص 748 قدیمی کتب خانہ کراچی)

رسول اکرم ہر سال رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف فرماتے تھے۔ جس سال آپ علیہ السلام کا وصال ہونا تھا اس سال رمضان میں آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

یہ دنیا سے تشریف لے جانے کے قرائن تھے۔ اسکی وجہ سے عمل میں اضافہ تھا۔ اس سے مزید اپنی امت کو بندگی کی طرف مائل کرنا اور انکو اخلاص اور تقوی کے میدان میں آگے بڑھانے کیلئے ایک جذبہ پیدا کرنا تھا۔

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا فَلَمَّا كَانَ فِي الْعَامِ الْمُقْبِلِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ (سنن الترمذی کتاب الصوم ج 1ص 286 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

رسول اکرم ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے ایک سال آپ نے اعتکاف نہ کیا تو اگلے سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

اس طرح ان احادیث کو بیان کرنے کا مقصد اس بنیاد کو واضح کرنا ہے کہ یہ رسول اکرم کی نہایت ہی موکد سنت ہے۔ پھر محلے والوں کیلئے سنت موکدہ علی الکفایۃ ہے۔ اگر محلے کی مسجد میں کوئی شخص بھی اعتکاف کیلئے نہیں بیٹھے گا تو تمام محلے والوں کا سنت موکدہ کے فوت ہونے کی وجہ سے مواخذہ ہوسکتا ہے۔ اگر ایک شخص بھی اعتکاف کرے گا تو محلے والوں کی طرف سنت علی الکفایہ کی ادائیگی ہوجائے گی۔ وہ شخص جس نے اعتکاف کیا اسکو اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے مالا مال فرمائے گا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اعتکاف کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

مَنِ اعْتَكَفَ عَشْرًا فِي رَمَضَانَ كَانَ كَحَجَّتَيْنِ وَعُمْرَتَيْنِ

(المعجم الکبیر ج 3ص 238)

جس شخص نے رمضان المبارک میں دس دن کا اعتکاف کیا اسکو دو حج اور دو عمرے ادا کرنے کا ثواب مل جائے گا۔

یعنی اسلام میں انسان کو بندگی کے لحاظ سے آگے پہنچانے کیلئے سہارا دیا گیا تا کہ نادار یہ نہ سمجھیں کہ امراء تو جا کر حج بھی کر آتے ہیں، عمرہ بھی کر آتے ہیں ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں ہم اس لحاظ سے پیچھے رہ جائیں گے۔ تو اسلام نے بتایا جو محلے کے اندر مسجد میں دس دنوں کا اعتکاف کرنے بیٹھ جاتا ہے اسکو دو حج اور دو عمرے کا ثواب مل جائے گا۔ اگر اس نے تقاضے پورے کیے، آداب پورے کیے۔ اعتکاف کو شریعت کے مطابق پورا کیا تو اسکو اتنا بڑا ثواب ملتا ہے۔

اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ مفت میں دو حج اور مفت میں دو عمرے کا ثواب نہ سفر نہ خرچ اور نہ ہی تھکاوٹ اپنے ماحول میں اپنے محلے میں رہ کر اپنے گھر کے پاس اپنی مسجد میں جب اعتکاف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو دو حج اور دو عمرے کرنے کا ثواب عطا فرما دیتا ہے۔

اسکے ساتھ ساتھ کچھ پابندیاں ایسی ہیں جن سے آج صرف نظر کیا جارہا ہے (معاذ اللہ)۔ اعتکاف کو ایک رواج اور فارمیلٹی کے طور پر اپنایا جانے لگا ہے جو عبادت بیک وقت دس دنوں میں دو حج اور دو عمرے ادا کرنیکا ثواب دے آخر اسکے کچھ تقاضے بھی ہونگے، اسکی کچھ شرائط بھی ہونگی اور اس کو مکمل کرنے کیلئے شریعت نے کچھ ضابطے بھی رکھے ہونگے۔

رسول اکرم نے اعتکاف کی جن عظمتوں کو بیان کیا اس اعتکاف کی اصل روح کو پہچاننے کیلئے ہمیں چند باتیں پیش نظر رکھنی چاہئیں:

☆اعتکاف کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں☆

(۱) {واجب اعتکاف} کسی نے نذر مانی جب نذر پوری ہوگئی تو وہ اعتکاف اس پر واجب ہوگیا۔

(۲) {سنت اعتکاف} یہ وہ ہے جو رمضان المبارک کے آخری دس

دنوں میں کیا جاتا ہے۔

(۳) { نفلی اعتکاف } یہ وہ ہے جو دس دن کے علاوہ کیا جائے۔

{ اعتکاف کا حکم } اسکا حکم یہ ہے کہ یہ سنت موکدہ ہے وہ سنت موکدہ کہ جس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ظاہری زندگی میں مکمل ہمیشگی اور مداومت فرمائی۔

☆اعتکاف کی شرائط☆

اعتکاف کی چار شرطیں ھیں:

{ پہلی شرط } اسکی پہلی شرط اسلام ہے۔ اعتکاف کرنے والا مسلمان ہو، اگر مسلمان نہیں تو اسکا اعتکاف نہیں۔

{ دوسری شرط } تمیز ۔یعنی اعتکاف کرنے والا بالغ ہو یا قریب البلوغ ہو۔

وہ چھوٹا بچہ جسکو کوئی امتیاز حاصل نہیں، احکام شریعت کو نہیں جانتا وہ بیٹھ جائے تو اسکو اعتکاف نہیں کہا جائے گا۔

{ تیسری شرط } اسکے لئے تیسری شرط حدث اکبر سے طہارت ہے۔

یعنی جنابت، حیض اور نفاس سے انسان کو طہارت حاصل ہوگی تو پھر وہ مرد وزن اعتکاف کر سکتے ہیں۔ ورنہ اعتکاف نہیں ہوگا۔

اگر عورت حالت حیض میں یا حالت نفاس میں ہوگی تو اعتکاف نہیں ہوگا۔

ایسے ہی مرد وزن پر جنابت کی حالت ہوتو پھر بھی اعتکاف نہیں ہوسکتا۔ اعتکاف بیٹھنے سے پہلے حدث اکبر سے نکلنا ضروری ہے۔

{ چوتھی شرط } اسکی چوتھی شرط مسجد کا ہونا ہے۔

اگر مسجد نہیں تو پھر اعتکاف نہیں، یعنی اعتکاف کی جو سب سے اہم شرط ہے وہ مسجد ہے۔ پھر مسجد کے انتخاب میں کئی حکمتیں ہیں۔

{ مسجد پسندیدہ جگہ ہونے کے ساتھ ایک روحانی قلعہ بھی }

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا وَ أَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ أَسْوَاقُهَا (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۶ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اللہ تعالیٰ کو سب جگہوں میں سے جو جگہ زیادہ پسند ہے وہ مسجد ہے۔ اور رب کی ناپسندیدہ جگہ شہر کے بازار ہیں۔

یعنی ہر شہر کی مسجد پسندیدہ جگہ ہے اور پھر معتکف چاہتا ہے کہ رب مجھے پسند کرے تو اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر وہاں جا کر بیٹھ جا جو جگہ رب کو پسند آتی ہے۔

یہ مسجد میں اعتکاف کرنے کی حکمت ہے کہ مسجد ایک روحانی قلعہ ہے۔ اسواسطے اعتکاف نبوی میں مسجد کو شرط قرار دیا گیا۔ لہٰذا مسجد میں اعتکاف ہوسکتا ہے مسجد سے باہر نہیں ہوسکتا۔ اعتکاف کی بنیادی شرط مسجد ہے اور اتنی پکی شرط ہے کہ رسول اللہ صحابہ کرام خلفاء راشدین، تابعین تبع تابعین اور پوری امت آج تک متفق رہی ہے کہ اعتکاف مسجد کے سوا نہیں ہے۔ مسجد کے گرد جو باغیچہ ہو، لان ہو، باغات ہوں جو مسجد کے دروازے کے ساتھ متصل جگہ ہے وہ مسجد نہیں، مسجد وہ ہے جہاں پر سے جوتے اتار کر داخل ہوتے ہوں اسکو فقہی مسجد کہا جاتا ہے اور جس مسجد پہ شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں وہ مسجد اس میں شرط ہے۔ اس میں انسان دس دن مسلسل موجود رہے۔ اگر چند لمحے کے لیے بھی بغیر شرعی اجازت کے نکل گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اتنی پکی شرط ہے کہ پورے دس دنوں میں کسی وقت اگر وہ مسجد سے نکل گیا اذنِ شریعت کے بغیر تو سارا اعتکاف ختم ہوجائیگا۔ مسجد میں اعتکاف لازم ہے لیکن جو آدمی بیٹھا ہی مسجد کے باہر رہے پھر اسے اعتکاف بھی کہے تو یہ اسکی خود فریبی ہوگی لیکن اعتکاف نہیں ہوسکتا کیونکہ اعتکاف کیلئے مسجد کا ہونا ضروری ہے۔

پھر اس مسجد کی بھی شرائط ہیں کہ وہ کونسی مسجد ہو وہ ایسی مسجد نہ ہو کہ جس میں جماعت ہی نہ ہوتی ہو، وہ ایسی مسجد ہو جس میں امام ہو جو جماعت کراتا ہو اور موذن ہو جو اذان پڑھنے والا ہو، تو پھر اس جگہ پر اعتکاف کی اجازت ہوگی۔ اعتکاف والی مسجد میں جمعہ شرط نہیں ہے۔ اگر اُس مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو تو معتکف کا یہ شرعی عذر ہے کہ وہ دوسری جگہ جا کر جمعہ پڑھے لیکن وہ اپنی مسجد

میں سنتیں پڑھ کر جائے خطبہ کے وقت پہنچے خطبہ سن کر فرض نماز ادا کر کے بقیہ نماز اپنی مسجد میں آ کر پڑھے پھر راستے میں کسی سے باتیں نہ کرے۔ کسی کے پاس کھڑا نہ ہو۔ ان شرائط کے ساتھ اسکے لئے یہ جائز ہوگا کہ وہ دوسری جگہ میں جا کر جمعہ ادا کر سکتا ہے۔ مگر اس اعتکاف والی مسجد میں جماعت ضروری ہے۔

اسلامی تعلیمات میں کہیں بھی شہر اعتکاف کا ذکر نہیں، مسجد اعتکاف کا ذکر ہے۔ مسجد سے باہر بیٹھے ہوئے لوگوں کے عمل کو مسنون اعتکاف نہیں کہا جا سکتا، تمام آئمہ دین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسجد میں اعتکاف کی غرض سے مخصوص طریقے سے ٹھہرنے کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔ جس طرح معتکف کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلمان ہو، ایسے ہی اگر وہ مرد ہے تو اس کے لئے اعتکاف کی ادائیگی کیلئے دوران اعتکاف ہر لمحہ مسجد میں ہونا ضروری ہے۔ پھر احناف کے نزدیک مسجد کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ اس میں اعتکاف ہو سکے جو مسجد جماعت ہو یعنی جس کا امام اور موذن معین ہو چنانچہ مسجد سے باہر کسی بلڈنگ یا گراؤنڈ میں اعتکاف کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اس لئے شہر اعتکاف کی من گھڑت اصطلاح تعلیمات اسلام سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔

یاد رہے کہ جیسے مسنون اعتکاف مسجد کے بغیر نہیں ہوتا ایسے ہی نفلی اعتکاف بھی مسجد کے بغیر نہیں ہوتا۔ ہاں یہ ہے کہ نفلی اعتکاف میں مسنون اعتکاف کے مقابلے میں پابندیاں تھوڑی ہیں۔

معتکف صرف ان صورتوں میں مسجد سے نکل سکتا ہے۔

(1): طبعی عذر کی بنیاد پر مثلا پیشاب، پاخانہ، یا غسل جنابت کے لئے مسجد سے نکل سکتا ہے

(2): شرعی حاجت کے لئے یعنی جس مسجد میں اعتکاف کر رہا ہے اس مسجد میں جمعہ نہیں ہوتا تو پھر دوسری مسجد میں جمعہ کی ادائیگی کے لئے مختصر وقت کے لئے جا سکتا ہے اور پھر معتکف کے لئے فورا واپس لوٹنا ضروری ہے۔

(3): کسی مسجد میں مسلسل رہنے میں جان کا خطرہ ہو یا مسجد گر پڑے تو پھر دوسری مسجد میں جا سکتا ہے۔

مسنون اعتکاف میں ان صورتوں کے علاوہ ایک منٹ بھی مسجد سے باہر نکلا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ آپ خود ہی فیصلہ کرلیں!

جو اعتکاف مسجد سے باہر ایک منٹ نکلنے کی وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے اگر کوئی دس دن بیٹھا ہی مسجد سے باہر رہے تو اس کا اعتکاف کیسے ہو جائے گا؟ ایسے عمل کو مسنون اعتکاف کہنا شریعت سے مذاق کے مترادف ہے بلکہ مسجد سے باہر جو بیٹھے ہوں ان کے عمل کو نفلی اعتکاف بھی نہیں کہا جا سکتا۔

اگر کچھ لوگوں کا یہ خیال ہو کہ جیسا بھی ہے اس مادی دور میں کچھ لوگ بیٹھ کر اللہ کو یاد کر لیتے ہیں اور انہیں کچھ دین کی سمجھ آ جاتی ہے۔ کچھ نہ کچھ فائدہ تو ہو جاتا ہے تو ان کے جواب میں یہ ہے کہ ہمارا اختلاف دین کے لئے لوگوں کو اکٹھا بٹھانے سے نہیں ہے بلکہ اسے اعتکاف کا نام دینے سے ہے۔ شریعت میں اعتکاف ایک عبادت ہے اس کی تعریف اور شرائط ہیں۔ ایسے عمل پر اعتکاف کا لفظ بولنا جو شریعت میں اعتکاف ہی نہیں یہ دین سے زیادتی ہے، پھر وہ دن جو اعتکاف مسنون کے ہیں عین انہیں دنوں میں لوگوں کو مسجدوں سے نکال کر اعتکاف کے نام پر باہر بٹھا دینا ہرگز جائز نہیں۔

اگر کوئی تنظیم اپنا نیٹ ورک بڑھانے کے لئے ذہن سازی اور رکنیت سازی کے لئے یہ کام کرتی ہے تو وہ کرے مگر اسے اعتکاف کا نام نہ دے بلکہ اسے تربیتی کیمپ کا نام دے پھر رمضان میں اور مسنون اعتکاف کے دنوں میں وہ کیمپ نہ لگائے بلکہ اور دنوں میں لگائے تاکہ لفظ اعتکاف کا تقدس بھی پامال نہ ہو اور لوگوں کا وقت بھی محفوظ رہے۔ شہر اعتکاف کی شکل میں میلہ لگا کر کتنے فریب خوردہ لوگوں کے دینی جذبات سے کھیلا جاتا ہے وہ فنڈ اور وقت بھی دیتے ہیں اور اعتکاف کی سعادت سے بھی محروم رہتے ہیں۔ باقی قباحتیں اس کے علاوہ بھی ہیں

{عورتوں کے اعتکاف کا شرعی طریقہ}

عورتوں کیلئے مسجد میں اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے عورتوں کیلئے اعتکاف گھر کی مسجد میں ہے۔ یعنی گھر میں جو جگہ معین کر لی جائے۔ مسجد میں عورتوں کے اعتکاف کا رواج نکلا ہے اور اب اس رواج کو بڑھایا جا رہا ہے۔ جس اسلام کو دس منٹ کیلئے عورت کا مسجد میں آنا اتنا پسند نہیں جتنا گھر کے اگلے اندر

نماز پڑھنا پسند ہے۔ وہ اسلام دس دن جوان عورت کو مسجد میں کیسے بیٹھنے دے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح حدیث ہے کہ عورت کی افضل نماز حجرے میں پھر اگلے اندر اس سے بھی افضل ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہو اور اس وقت کی بات جب خیر القرون کا زمانہ ہو، نبی علیہ السلام خود مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوں اس سے بھی کوئی زیادہ اچھا موسم ہوسکتا ہے۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قیامت تک کے حالات تھے۔

{ازواج مطہرات کا مسجد میں اعتکاف ناراضگی کا سبب}

اسواسطے عورت کیلئے جو اعتکاف ہے اسکی فضیلت ہے مگر اس کیلئے مسجد نہیں بلکہ گھر کا مقام ہے۔ گھر کے ایک کونے کو معین کرلے اس میں بیٹھ کر اعتکاف کرے۔ علی بن محمد زکریا کی کتاب اَللُّبَابُ فِیْ الْجَمْعِ بَیْنَ السُّنَّۃِ وَالْکِتَابِ ہے۔ 686ھ میں انکا وصال ہوا۔ اس کتاب میں عورت کے اعتکاف کے بارے ایک مفصل باب باندھا۔

بَابُ الْمَرْأَۃِ تَعْتَکِفُ فِیْ بَیْتِھَا۔ 434/1

عورت کے بارے میں باب کہ عورت اعتکاف اپنے گھر میں کرے۔

بخاری و مسلم کی حدیث نقل کرتے ہوئے کہنے لگے:

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَرَادَ اَنْ یَعْتَکِفَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کا ارادہ فرمایا۔

فَلَمَّا انْصَرَفَ اِلَی الْمَکَانِ الَّذِیْ اَرَادَ اَنْ یَعْتَکِفَ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس جگہ پہ آئے جہاں اعتکاف کرنا تھا۔

یعنی خیمہ پہلے لگ چکا تھا اب اعتکاف کی نیت سے وہاں آئے

اِذَا اَخْبِیَۃٌ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا اور بھی وہاں خیمے لگے ہوئے ہیں۔

تو وہ سرکار علیہ السلام کے خیمہ کے ساتھ کونسے خیمے تھے۔

خِبَاءُ عَائِشَۃَ ایک خیمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔

وَ خِبَاءُ حَفْصَۃَ دوسرا خیمہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا۔

وَ خِبَاءُ زَیْنَبَ تیسرا خیمہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خیمہ کیساتھ مسجد میں اپنی ہی ازواج کے خیمے دیکھے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ آ گیا۔ فرمایا:

اَلْبِرَّ تَقُوْلُوْنَ بِھِنَّ؟ یہ کوئی تم نے نیکی کا ارادہ کیا؟ یہ کوئی نیکی ہے؟

اس سے خود اندازہ کریں کہ مسجد نبوی شریف ہے۔ میرے آقا علیہ السلام کی اپنی ازواج ہیں مسجد میں اعتکاف کرنا چاہتی ہیں جب انکے خیمے دیکھے تو غصے میں آ گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنا غصہ فرمایا کہ آپ باہر تشریف لے گئے۔

فَلَمْ یَعْتَکِفْ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اعتکاف ہی نہ کیا۔

اس غصے میں کہ تم نے خیمے کیوں لگا لیے۔

حَتّٰی اعْتَکَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ۔ (صحیح بخاری کتاب الصوم ج ۱ ص ۲۷۲ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوال میں جاکر دس دنوں کا اعتکاف کیا۔

یہ حدیث پیش کرتے ہوئے امام علی بن محمد زکریا نے یہ واضح کیا کہ بخاری کی حدیث کا یہ مطلب ہے اور سارا سیاق و سباق اسکو واضح کر رہا ہے کہ خواتین اسلام کو مسجد بیت یعنی گھر میں جگہ معین کر کے اعتکاف کرنا چاہیے۔ بالخصوص ایسے نازیبا واقعات ہر سال مساجد میں ہو جاتے ہیں جو جوان عورتوں کو اتنے دنوں کیلئے مسجد میں لانے والوں کے لئے باعثِ گرفت ہیں۔ اور موجودہ بھڑکتا ہوا شہوتوں اور فتنہ و فساد کا ماحول ہے اس سے عقلاً بھی عورتوں کے مسجد میں اعتکاف کا کوئی جواز محسوس نہیں ہوتا۔

اعتکاف اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں بند کرنا ہے۔ دنیا سے رابطے توڑنے ہیں مخلوق سے اپنے آپ کو جدا کرنا ہے۔ خیمہ میں بیٹھنا ہے۔ نبی علیہ السلام نے اپنا خیمہ بنایا ہے اور خیمہ میں بیٹھے ہیں۔ اسکا سرکار علیہ السلام نے حکم دیا کیوں؟ اس لیے کہ جب تم اس خیمہ والے گھر میں آکر بیٹھو گے تو پھر اگلے گھر کی یاد آئے گی۔ ماحول سے کٹ کے، جدا ہو کے جس وقت دن رات کی پہلی باتیں چھوڑو گے تنہائی آئے گی تو پھر تمہیں سوچ آئے گی پھر اندر سے تقوی

ابھرے گا اور پھر جا کر تم پہ ابر کرم برسے گا لہٰذا یہ بھی اہتمام کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ آج نوجوان مسجدوں میں اعتکاف کیلئے آتو جاتے ہیں انھیں روکنا نہیں چاہیے لیکن انھیں خیال کرنا چاہیے کہ اعتکاف کوئی میلہ نہیں۔ اعتکاف کوئی گپ شپ لگانے کا ماحول نہیں۔ اعتکاف کوئی دس دن مسجد میں بیٹھ کرانجمن آرائی کرنے والا منظر نہیں۔ اعتکاف تو سب کچھ بھول کر رب کو یاد کرنے کا نام ہے۔

{اعتکاف کی حالت میں موبائل فون کا ناجائز استعمال}

پھر مسجد میں بیٹھنا موبائل جیب میں رکھنا اور پھر کچھ حضرات اتنا تکلف کرتے ہیں کہ وہ خبریں وغیرہ بھی سن لیتے ہیں۔ ریڈیو مسجد میں اور پھر گھنٹیاں بج رہی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اونٹ میرے کارواں سے نکل جائے جس کے گلے میں گھنٹی باندھی ہوئی ہے۔ میرے قافلے میں وہ چلے جو گھنٹی اتار کے چلے لیکن ادھر صورتحال یہ ہے کہ مسجد میں ٹیون اور پھر مسجد میں گانے جیسی ٹیون، جبکہ اعتکاف تو تھا دنیا سے رابطے ختم کرنے کیلئے کہ کسی سے رابطہ نہیں۔ اب صرف رسول اللہ ﷺ کی وساطت سے اللہ کی طرف رابطہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ اسواسطے ایسی صورتحال دیکھ کر رونا آتا ہے۔ دن بدن دین میں یہ چیزیں داخل ہوتی جارہی ہیں۔ یہ وہ نام نہاد روشن خیالی ہے جو دین میں آرہی ہے ایک تو دنیا میں ہے اُس نام نہاد روشن خیالی کے کچھ لوگ عملبردار ہیں۔ لیکن یہ روشن خیالی ہے دین میں سہولت والی کہ دین میں آسانی ڈھونڈ و اور کچھ علماء چاہتے ہیں کہ لوگ آسانی پسند ہیں تو ہم آسانی کا رستہ دکھائیں۔ تا کہ ہماری (Popعlarity) پاپولیریٹی میں اضافہ ہو جائے۔ جبکہ یہ شریعت ہے کسی کے گھر کا گھڑا ہوا کھلونا نہیں ہے۔

{سنت اعتکاف کا اجروثواب}

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَنْ ابْنِ عَبَاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَعْكِفُ الذُّنُوبَ وَيُجْرَى لَهُ مِنْ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا

(ابن ماجہ شریف کتاب الصوم ص ۱۲۷ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معتکف کے کتنے وارے نیارے ہیں شرائط بھی بیان کیں اور شان بھی بیان کی۔ معتکف سوچے اسے ملے گا کیا اور اس ملنے کیلئے وہ رہے گا کیسے؟

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: **هُوَ يَعْكِفُ الذُّنُوبَ**

مسجد میں اپنے آپ کو بند کر کے مسجد کے باہر کے سارے گناہوں سے بچ گیا ایک تو یہ فائدہ ہوا کہ وہ مسجد میں رہے گا باہر نہیں نکلے گا اور باہر جو عریانی فحاشی ہے اور باہر کے جو گناہ ہیں اُن سب سے بچ جائے گا۔

پھر سوال پیدا ہوتا تھا کہ باہر نیکی بھی تو کر سکتا ہے۔ باہر عبادت کرے، جنازہ پڑھے، سماجی خدمت کرے۔ غریبوں میں کپڑے بانٹے، باہر سارے اچھے کام کرے۔ مظلوم کی مدد کرے یہ سارے کام مسجد میں بند رہنے کی وجہ سے نہیں کر سکے گا۔ محبوب علیہ السلام نے مسجد کی شرط لگا دی کہ مسجد کے اندر رہے اب باہر والے گناہوں سے تو بچ گیا مگر جو نیکیاں کرتا تھا اسکی تو اجازت ہونی چاہیے کہ وہ باہر نکل کے کرلے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں یہ رہے گا مسجد میں۔

وَيُجْرَى لَهُ مِنْ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا

جتنی نیکیاں پہلے کرتا تھا اسے کیے بغیر ان کا ثواب مل جائے گا۔

ہمیں یہ پسند نہیں کہ اعتکاف مسجد میں کرے اور پھر مسجد سے باہر پھرے اور تو اور رہا وہ نیکی کرنے کیلئے بھی باہر نہ نکلے اس نیکی سے مراد جو نفلی نیکی ہے جمعہ والی فرضیت کی بات نہیں۔ اس صورتحال میں وہ باہر نہیں نکلے گا لیکن اعتکاف سے قبل جو اس کا معمول تھا جتنی نیکیاں کرتا تھا خواہ وہ معاشرے کے فرائض میں داخل تھیں یا جس طرح کی بھی صورتحال تھی میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں ہر ہر نیکی کیے بغیر دس دن اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جائے گی۔ اسواسطے میرے بھائیو! وہ محبوب علیہ السلام ہمارے لئے ضامن ہیں اور مسجد میں اعتکاف کرنے کی حکمت اس طرح بیان کی کہ باہر والے گناہوں سے بچے گا پہلے والی نیکیاں پھر بھی مل جائیں گی۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں یہ عظمتیں حاصل کرنی کی توفیق عطا فرمائے۔

حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سیرت میں تربیت نبوی ﷺ کا اثر

مولانا مفتی محمد عمران رضا جلالی آف میلسی (فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور)

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خاتم النبیین وعلی الہ واصحابہ وعترتہ اجمعین ،اما بعد

تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو رحیم ، کریم ،قدیم ،رحمٰن ،محمود، مقصود اور موجود ہے۔جس نے اہل حقیقت کے لئے آسمانِ توفیق کے کناروں سے سعادت کے ستارے ظاہر فرمائے اور آراستہ وجود کو درجۂ شہود کے آئینوں میں چمکایا۔ اس نے موسم بہار کو درختوں کے نئے پتوں کے ذریعے مزین کیا کہ وہ خوبصورت وعمدہ پوشاک میں ،نرم ونازک ٹہنیوں کے ساتھ جھومتے ہیں۔اوران کے پتوں میں خوبصورت آواز والے پرندوں کو درختوں کے منبروں پر ٹھہرایا کہ سحر کے وقت اللہ وحدہ لاشریک کی حمد وثنا کرتے ہیں۔اس نے عقل کو جملہ دلائل میں سے انسانی اعضاء اور آنکھوں پر حاکم بنایا اور عقل نے انہیں اس رب کی کاریگری کے عجائبات میں غور وفکر کا حکم دیا۔

پاک ہے وہ ذات جس نے آسمان کو چاند وسورج سے آراستہ کیا۔بطحائے مکہ کو حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فضیلت بخشی۔خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرات حسنینِ کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نوازا اور ان کے نانا جان ،ساری کائنات کے مالک ومختار ،سید المرسلین ،خاتم النبیین وخاتم المعصومین ﷺ کو سب سے زیادہ عزت وشرف عطا فرمایا۔کتنے ہی اس کے مشتاق ،حسرت ویاس کے پیکر بنے ہوئے ہیں کہ اس کے شوق میں اعلیٰ نسبوں نے جفاکش ٹانگوں کے ذریعے انتھک کوششیں کیں ۔پس انہوں نے ہجر ورکاوٹ کے جنگل کو طے کر لیا پھر جب وہ اس مجلس میں پہنچ جاتے ہیں اور اس مقام کو حاصل کر لیتے ہیں کہ جب کوئی ان کے سامنے حمد باری تعالیٰ کا نغمہ گنگناتا ہے تو ان کے رخساروں پر آنسوں رواں ہو جاتے ہیں۔

آپ ﷺ نے جس انداز میں اپنے نواسوں کی تربیت فرمائی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس ذات نے اپنی امت کے عقائد ونظریات کے ساتھ ساتھ بیٹھنے اور چلنے ،سونے اور جاگنے،آنے اور جانے،خوشی وغمی کے معاملات،گھر اور کاروبار کے مسائل الغرض ہر لحاظ سے ہر لمحہ، ہر جگہ، ہر امتی کی تربیت اور راہنمائی بہت ہی اعلیٰ طریقے سے فرمائی ہے تو حضرات حسنین کریمین جو جنتی جوانوں کے سردار ہیں تو ان سرداروں کی تربیت کتنی اعلیٰ شان سے فرمائی ہوگی۔

قرآن مجید فرقان حمید میں رب ذوالجلال نے فرمایا ''اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا '' ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیۂ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں یعنی گناہوں کی نجاست سے تم آلودہ نہ ہو۔اس آیت سے اہل بیت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اہل بیت میں نبی کریم ﷺ کے ازواجِ مطہرات اور حضرت خاتون جنّت فاطمہ زہرا اور علی المرتضیٰ اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب داخل ہیں ، آیات واحادیث کو جمع

کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور یہی حضرت امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے، ان آیات میں اہل بیت رسول کریم ﷺ کو نصیحت فرمائی گئی ہے تا کہ وہ گناہوں سے بچیں اور تقویٰ و پرہیزگاری کے پابند رہیں، گناہوں کو ناپاکی سے اور پرہیزگاری کو پاکی سے استعارہ فرمایا گیا کیونکہ گناہوں کا مرتکب ان سے ایسا ہی ملوث ہوتا ہے جیسا جسم نجاستوں سے۔ اس طرز کلام سے مقصود یہ ہے کہ ارباب عقول کو گناہوں سے نفرت دلائی جائے اور تقویٰ و پرہیزگاری کی ترغیب دی جائے۔

آپ ﷺ نے اپنے نواسوں کی تربیت کرتے ہوئے پیار کرنے میں بھی برابری فرمائی جس طرح کہ حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''إن حسنا و حسینا أقبلا یمشیان إلی رسول اللہ ﷺ فلما جاء احدھما جعل یدہ فی عنقه، ثم جاء الآخر فجعل یدہ الأخری فی عنقه، فقبّل هذا، ثم قبّل هذا ''حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ کی طرف چلتے ہوئے آئے، جب ان میں سے ایک آپ ﷺ کے پاس پہنچ گیا تو آپ ﷺ نے اپنے ایک بازو سے اسے گلے لگا لیا، پھر جب دوسرا پہنچا تو دوسرے بازو سے اسے گلے لگا لیا، پھر دونوں کو باری باری چومنے لگے۔'' (المعجم الکبیر حدیث نمبر ۲۴۸۷) اس سے امت کیلئے بھی سبق ہے کہ اپنی اولادوں میں ہمیشہ ہر کام میں برابری رکھنا کسی کو کم یا زیادہ نہ دینا۔ جس طرح کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا ''فجاء ابن له فقبله و أجلسه علی فخذه و جاء ته بنت له فأجلسها بین یدیه فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم ألا سویت بینهم ''اس کا بیٹا آیا تو اس نے اس کو چوما اور اپنی ران پر بیٹھا لیا پھر اس کی بیٹی آئی تو اس کو اپنے سامنے بیٹھا دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خبردار ان کے درمیان برابری کرو۔ (مجمع الزوائد)

محترم قارئین کرام! والدین کے اوپر لازم ہے کہ اولاد کے ساتھ برابری کا سلوک کریں اور لین دین میں ہمیشہ مساوات کا لحاظ رکھیں۔ مسند احمد میں ہے کہ تین مرتبہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا (اعْدِلُوا بَيْنَ أَبْنَائِكُمْ اعْدِلُوا بَيْنَ أَبْنَائِكُمْ اعْدِلُوا بَيْنَ أَبْنَائِكُمْ) اپنی اولاد کے درمیان برابری کرو، اپنی اولاد کے درمیان برابری کرو، اپنی اولاد کے درمیان برابری کرو۔ حدیث میں تین بار مکرر برابری کی تاکید آئی ہے جو اس کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے، یعنی اولاد کے درمیان برابری کرنا واجب ہے، اور برابری نہ کرنا ظلم شمار ہوگا۔ اولاد کو قریب بٹھانے میں بھی برابری کی تلقین فرمائی گئی ہے جس طرح کہ پہلے والی حدیث میں موجود ہے۔ ترمذی شریف میں بعض اہل علم کے نزدیک یہاں تک بھی ہے کہ (يُسَوِّي بَيْنَ وَلَدِهِ حَتَّى فِي الْقُبْلَةِ) والد اپنی اولاد کے درمیان بوسہ لینے میں بھی برابری کرے۔ اور اس کا خیال نہ رکھنا اولاد میں احساسِ کمتری اور باغیانہ سوچ کو جنم دیتا ہے، جس کے بعد بھیانک نتائج سامنے آتے ہیں۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بوسہ لیا تو حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''لَقَدْ وُلِدَ لِي عَشْرٌ مَا قَبَّلْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لا يَرْحَمُ اللهُ مَنْ لا يَرْحَمُ النَّاسَ'' عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے دس بیٹے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو بھی نہیں چوما تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اس بندے پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ (المعجم الکبیر) اس میں جہاں رسول اللہ ﷺ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پیار کر کے ان کی تربیت فرما رہے تھے وہاں حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے امت کو سبق بھی دے رہے تھے کہ اپنی اولاد پر سخت مزاج نہیں بلکہ رحم دل بن کر ان کی تربیت کرنا۔

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما خود فرماتے ہیں

کہ ایک عورت بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئی اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں ''فسألته فأعطاها ثلاث تمرات لكل واحد منهم تمرة فأعطت كل واحد منهم تمرة فأكلها ثم نظرا إلى أمهما فشقت التمرة بنصفين وأعطت كل واحد منهما نصف تمرة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم قد رحمها الله برحمتها ابنيها'' اس نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگا آقا کریم ﷺ نے تین کھجوریں عطا فرمادیں تاکہ ان میں سے ہرایک کی ایک ایک کھجور ہو۔ تو اس عورت نے دونوں بچیوں کو ایک ایک کھجور دے دی انہوں نے وہ کھا کر اپنی ماں کی طرف دیکھا۔ اس عورت نے تیسری کھجور کو بھی آدھی آدھی کر کے دونوں بیٹیوں کو دے دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اس عورت پر اپنی بیٹیوں پر رحم کرنے کی وجہ سے رحم کرے۔ (مجمع الزوائد) کریم آقا ﷺ کا اس عورت کو تین کھجوریں دینے میں کئی حکمتیں ہوسکتی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی ہوسکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جانتے تھے کہ یہ خاتون تیسری کھجور بھی اپنی بیٹیوں کو دے دے گی تو رسول کریم ﷺ نے اپنے شہزادے کے سامنے پریکٹیکل کرواکے تربیت کے کئی سبق پڑھا دیئے۔

انسان کی تربیت اس کے مرتبے کے لحاظ کی جاتی ہے اور جن کا مرتبہ یہ ہو کہ وہ فقط جنتی جوان نہیں بلکہ جنتی جوانوں کے بھی سرداری والے منصب پر فائز ہوں جس طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم نور مجسم شفیع معظم ﷺ نے فرمایا کہ یہ فرشتہ آج سے پہلے کبھی زمین پر نازل نہ ہوا تھا ''اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ أَنْ يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَيُبَشِّرَنِي بِأَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ'' (سنن ترمذی حدیث نمبر ۳۷۸۱) اس نے اللہ رب العزت سے مجھ پر سلام کرنے اور یہ بشارت پہنچانے کی اجازت چاہی کہ حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

تو ہمارے آقا ﷺ نے تربیت بھی سرداری والے انداز میں فرمائی بخاری شریف میں ہے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے پہلو میں تھے۔ حضور ﷺ ایک مرتبہ لوگوں کی طرف نظر فرماتے اور ایک مرتبہ اس فرزند جمیل کی طرف پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ به بين فئتين من المسلمين'' کہ یہ میرا فرزند سید ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۵۳۶)

اسی طرح امام طبرانی ایک حدیث مبارکہ نقل کرتے ہیں کہ سیدہ کائنات خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے دونوں شہزادوں یعنی امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لے کر بارگاہ رسالت ﷺ میں اس وقت حاضر ہوئیں جب رسول اللہ ﷺ اپنی ظاہری حیات کے آخری ایام میں تھے تو عرض کرنے لگیں ''يَا رَسُولَ اللهِ هَذَانِ ابْنَاكَ فَوَرِّثْهُمَا شَيْئًا، فَقَالَ: أَمَّا الْحَسَنُ فَلَهُ هَيْبَتِي وَسُؤْدُدِي، وَأَمَّا حُسَيْنٌ فَلَهُ جُرْأَتِي وَجُودِي'' یارسول اللہ ﷺ یہ آپ ﷺ کے دونوں شہزادے ہیں آپ ﷺ ان کو اپنی وراثت کا حصہ عطا فرمائیں تو رسول اللہ ﷺ نے (دونوں شہزادوں کو دودو چیزیں وراثت میں عطا فرمائیں) فرمایا حسن کیلئے میری ہیبت اور میری سرداری ہے اور حسین کیلئے میری جرات اور میرا جود ہے۔ (المعجم الکبیر حدیث نمبر ۱۰۴۱)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے نواسوں کی اس انداز میں تربیت فرمائی اور اپنی تربیت پر اتنا اعتماد تھا کہ جو میں انہیں دے

رہا ہوں اور جس طریقہ سے میں نے ان کی تربیت کی ہے یہ شہزادے یقینی طور پر سرداری والے کام کریں گے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعتوں میں صلح کروائی تو اس کے پیچھے تربیت رسول ﷺ کا اثر ہے ورنہ مسلمانوں کی آپس میں ہی خون کی نہریں بہہ جاتیں۔ نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا ''لَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِه'' تو اسی یقین سے فرمایا کیونکہ عمدۃ القاری میں لفظ لعل کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جب یہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ یا کسی ولی اللہ کے کلام میں ہو تو اس وقت یہ یقین کے معنی میں ہوگا لہذا یہ ہمارے آقا ﷺ کا علم غیب بھی ہے اور جو وراثت عطا کی اس کا فیض بھی ہے۔

اسی طرح امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تربیت کرتے ہوئے جس انداز میں حق پہ پہرہ دینا سکھایا تو انہوں نے بھی اپنے نانا جی علیہ الصلوۃ والسلام کی تربیت کا حق ادا کیا کہ جس وقت دین اسلام پر مشکل وقت آیا تو ''فَلَهُ جُرْأَتِي وَجُودِي'' کے فیض کو عام کرتے ہوئے تو کربلا کے میدان میں تن تنہا بے سروسامانی کے عالم میں باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ڈٹ کر مقابلہ کیا اور سخاوت اس انداز میں کہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچے بھی اللہ تعالیٰ کے رستے میں پیش کر کے سربسجود ہو کر اپنی جان بھی حق کیلئے پیش کر دی۔ دنیا میں ایک بندے کیلئے چار چیزیں زیادہ محبوب ہوتی ہیں ۱: گھر ۲: مال ۳: اولاد ۴: اپنی جان۔ قربان جائیں امام الانبیاء ﷺ پر کہ ان شہزادوں کی کیسی تربیت فرمائی جب اسلام پہ وقت آیا تو کسی چیز کی پرواہ کیے بغیر گھر بھی چھوڑا مال کی قربانی بھی دی یہاں تک کہ جب اسلام نے اولاد مانگی تو دین کے بقا کی خاطر وہ بھی پیش کی پھر چونکہ امتحان بڑا تھا اور بڑوں سے بڑے امتحان ہوتے ہیں اپنی جان کی باری آئی تو اس سے بھی دریغ نہیں کیا۔

ان شہزادوں کی تربیت کیلئے اتنا اہتمام تھا کہ حضرات حسنین کریمین کی جنگی تربیت بھی ہمارے آقا ﷺ نے خود فرمائی یہاں تک کہ ایک شہزادے کو لڑائی کے ہنر امام الانبیا ﷺ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اور دوسرے شہزادے کو امام الملائکہ حضرت جبریل علیہ السلام نے سکھائے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کشتی لڑ رہے تھے، ''فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: هَيَّ حَسَنُ، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ عليها السلام: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لِمَ تَقُولُ: هَيَّ حَسَنُ فَقَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ عليه السلام يَقُولُ: هَيَّ حُسَيْنُ'' تو رسول اللہ ﷺ بار بار یہ فرما رہے تھے ''هَيَّ حَسَنُ'' کہ شاباش حسن، سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا عرض کرتی ہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ بار بار ''هَيَّ حَسَنُ'' کیوں فرما رہے ہیں؟ تو رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم ﷺ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام فرما رہے ہیں ''هَيَّ حُسَيْنُ'' (معجم ابی یعلیٰ الموصلی حدیث نمبر ۱۹۶) جب سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ منظر دیکھا کہ میرے ابا جی میرے بڑے شہزادے کو جنگی اصول اور قوانین بتا رہے ہیں اور چھوٹے کو نہیں بتا رہے تو بارگاہ رسالت ﷺ میں حکمت پوچھی تو جواب ملا کہ اگر اللہ کے رسول ﷺ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگی طریقے سکھا رہے ہیں تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت جبریل امین جنگی اصلوب بیان کر رہے ہیں۔

سبحان اللہ کس شان سے ان مقدس نفوس کی تربیت کی گئی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے نبی ﷺ کی سنت کو اپناتے ہوئے اپنی اولاد کی تربیت میں تربیتِ حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فیضان بانٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔



مطالعہ غزوات نبوی ﷺ کی ضرورت

مولانا ڈاکٹر محمد فاروق اعظم جلالی (فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

''محدثین و اہلِ سیر کی اصطلاح میں غزوہ وہ لشکر ہے جس میں رسول اللہ (ﷺ) بذات اقدس شامل ہوں اور اگر حضور (ﷺ) بذات خود شامل نہ ہوں بلکہ اپنے اصحاب میں سے کسی کو دشمن کے مقابلے میں بھیج دیں تو وہ لشکر سریہ کہلاتا ہے۔غزوات تعداد میں 27 ہیں اور سرایا کی تعداد 47 ہے''۔جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ''وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ'' (البقرہ:193)

''اوران سے جنگ کرتے رہو حتیٰ کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین (یعنی زندگی اور بندگی کا نظام عملاً) اللہ ہی کے تابع ہو جائے''۔

مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں کہ:''اللہ کے دین کا مطلب ہے: اللہ کی اطاعت، یعنی انسان دین اور دنیا کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کریں، اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق عبادت کریں، اس کے آگے سر جھکائیں اور اسی سے اپنی حاجات طلب کریں اور اپنی انفرادی، عائلی، اجتماعی، نجی، تمدنی اور کاروباری زندگی کے تمام معاملات میں اسی کے دیئے ہوئے نظام پر عمل کریں''۔

مطالعۂ غزوات کی اہمیت: مطالعہ غزوات سیرت طیبہ کو کئی جہات سے سمجھنے کیلئے لازم ہے۔غزوات نبوی (ﷺ) کا مطالعہ نہ صرف ہمارے لئے تقویتِ ایمان کا باعث ہے بلکہ شعبہ ہائے زندگی میں مختلف امورِ زندگی بطریقِ احسن پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے غزوات سے رہنمائی ازبس ضروری ہے۔مزید یہ کہ مطالعۂ غزوات فہمِ دین اور آقا کریم (ﷺ) کی دفاعی حکمتِ عملی واقدامی پالیسی سے آشنائی کا مؤثر ذریعہ ہے جس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آقا کریم (ﷺ) نے اپنی حکمتِ عملی سے کس طرح کفارِ مکہ کے ساتھ تعلقات، تجارت، امورِ خارجہ وداخلہ کی بحالی کے ہمراہ غزوات کو بھی پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ عصری تقاضے جو بھی ہوں، دنیا چاہے سائنٹیفک انداز میں پروان چڑھے یا قدرتی انداز میں سیرت طیبہ کے رہنما اصول آج بھی اسی طرح قابلِ عمل ہیں جس طرح 14 صدیاں قبل تھے۔جہاں تک عصری تقاضے اور ملتِ اسلامیہ کی غزوات سے رہنمائی کا تعلق ہے تو یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ آج ہر طرف سے اسلام مخالف قوتیں مسلمانوں کو سیاسی، معاشی، سماجی، دفاعی سطح پر پیچھے دھکیلنے اور روحانی ونظریاتی طور پر کمزور کرنے کیلئے کمر بستہ ہیں اور دوسری طرف امتِ مسلمہ کی بے بسی دیکھ کر مولانا الطاف حسین حالی (عرض حال بجناب سرورِ کائنات (ﷺ)) کا یہ شعر یاد آتا ہے کہ:

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

مولانا الطاف حسین حالی کی اس نظم کا بنظرِ عمیق مطالعہ کیا جائے تو وہ حضور رسالتِ مآب (ﷺ) کی بارگاہ میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور پھر امتِ مسلمہ کی زبوں حالی کا رونا روتے ہوئے آقا کریم (ﷺ) کی بارگاہ میں فریاد پیش کرتے ہیں کہ کشتیٔ امت کا واحد سہارا آپ (ﷺ) ہیں یعنی ملتِ اسلامیہ کے مسائل کا حل فقط آپ (ﷺ) کی تعلیمات پر عمل سے ممکن ہے۔اب دیکھا جائے تو اس وقت سب سے اہم مسئلہ اتحادِ عالمِ اسلام کا فقدان ہے۔ بلکہ اگر قائدِ اعظم محمد علی

جناح رحمہ اللہ کا قول نقل کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا جو انہوں نے ۲۸ دسمبر ۱۹۴۷ کو ایک تقریر میں کہا اور پھر آج ہر تحریک یا ادارے کے مین گیٹ پہ لکھا ہوا ملتا ہے اور وہ ہے: ایمان، اتحاد اور تنظیم۔ یعنی کسی بھی مسئلے پر امتِ مسلمہ ان تین زریں اصولوں کو سامنے رکھے گی تو کبھی نقصان نہیں اٹھائے گی۔ کہنے کو تو یہ جناح صاحب کے اصول ہیں لیکن درحقیقت یہ قرآنی اور ایمانی اصول ہیں۔ فلسطین کا مسئلہ ہو یا مقبوضہ کشمیر میں ہونے والا مسلمانوں کا قتلِ عام، ایمان، اتحاد اور تنظیم ایسے اصول ہیں جن سے صرفِ نظر ممکن نہیں اور جو ہمیں غزوات میں بدرجہ اتم نظر آتے ہیں بلکہ مسلمانوں کی فتح میں اہم حثیت کے حامل ہیں۔ آج بھی اگر مسلمان انہی اصولوں کو اپنا لیں (جو غزوہ بدر تا فتح مکہ اہلِ ایمان نے اپنائے) تو کرۂ ارض پر کوئی طاقت مسلمانوں کو کسی بھی سطح پر کمزور کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔

غزوات میں حکمتِ عملی: موجودہ جنگی حکمتِ عملی اپناتے وقت ہمیں غزوات سے رہنمائی کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ مطالعہ تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ مسلمانوں نے جتنی بھی فتوحات حاصل کیں ان کا ''Source of Inspiration'' حضور نبی کریم (ﷺ) کے غزوات، آپ (ﷺ) کی دفاعی حکمتِ عملی اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم) کا جذبۂ ایمانی تھا۔ آقا کریم (ﷺ) نے غزوات میں طرح طرح کی دفاعی اور اقدامی تدابیر اختیار فرمائیں جو عصرِ جدید کی جنگی حکمتِ عملی میں بھر پور مدد و معاون بلکہ مکمل طور پر قابلِ اطلاق ہیں۔ دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ جنگی قوانین جو 1400 سال قبل رسول اکرم (ﷺ) نے اپنی امت کو عطا فرمائے تھے وہ آج بھی عالمی ادارے اور انسانی حقوق کی تنظیمیں اپنے ذاتی اور انفرادی مقاصد کیلیے اپنانے پر مجبور ہیں، لیکن اگر انہیں چارٹر آف ہیومینٹی کے طور پر اپنایا جائے تو اسکے فوائد ہر قوم بلکہ ہر فرد کو میسر آئیں۔

نبی پاک (ﷺ)، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور کامیاب مسلمان فاتحین کی اختیار کردہ کامیاب جنگی تدابیر (حکمتِ عملیوں) میں سے چند ایک یہ ہیں: قبل از جنگ حکمتِ عملیاں، (۱) نیت درست کرنا کہ اعلائے کلمۃ اللہ یا مظلوم مسلمانوں کی مدد یا فتنے کی سرکوبی کیلیے جنگ کرنا (۲) کامیاب سفارتکاری (۳) خفیہ منصوبہ بندی (۴) اپنی اور دشمن کی قوت اور کمزوریوں کا حقیت پسند جائزہ (۵) حلیف یا حریف ممالک سے معاہدات کا جائزہ اور دیگر امکانات پر غور؛ دورانِ جنگ حکمتِ عملیاں: (۶) نقل و حرکت اور رفتار میں حیرت انگیز طور پر سرعت اور رازداری (۷) فوج کو تین حصوں میں تقسیم کرنا (۸) دورانِ جنگ حالات کے مطابق حکمتِ عملی تبدیل کرنا (۹) دورانِ جنگ داد و تحسین اور محارضت کا سلسلہ جاری رکھنا (۱۰) دورانِ جنگ اسلام قبول کرنے والوں سے نرمی برتنا (۱۱) عورتوں، بچوں، معذوروں اور مذہبی پیشواوں سے درگزر نیز عبادت گاہوں، فصلوں اور پانی کے چشموں کا نقصان نہ کرنا اور مروجہ بین الاقوامی اصولوں کی پاسداری کرنا؛ بعد از فتح حکمتِ عملیاں: (۱۲) قیدیوں سے حسنِ سلوک (۱۳) ترغیبِ قبولِ اسلام ضرور دینا لیکن مجبور نہ کرنا (۱۴) غیر انسانی سلوک سے پرہیز کرنا (۱۵) زندہ جلانے، اعضائے جسمانیہ کاٹنے سے باز رہنا (۱۶) قیدیوں کا تبادلہ کرنا (۱۷) دورانِ جنگ ہونے والی توڑ پھوڑ کی بحالی اور زخمیوں کی صحت یابی کیلیے انتظامات کرنا (۱۸) مفتوحہ قوم اور ممالک کو دفاعی سہولت فراہم کرنا تاکہ وہ کسی دوسری قوم یا ممالک سے ملکر دوبارہ فتنہ بپا نہ کریں (۱۹) اعلائے کلمۃ اللہ کیلیے حکومتی سرپرستی میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ کرنا (۲۰) مفتوحہ قوم کو انکی عبادت گاہوں کی حد تک مکمل مذہبی آزادی فراہم کرنا، نہ کہ سرِ عام تبلیغ و اشاعت کی اجازت دینا۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔ آپ (ﷺ) کے دشمن کو اکثر حیرت کا سامنا کرنا پڑتا جب دشمن اچانک نبی پاک (ﷺ) کو لشکر سمیت اپنے دروازے پر کھڑا پاتا۔ اپنی نقل و حرکت سے دشمن کو بے خبر رکھنے کیلئے آپ (ﷺ) نے پیچیدہ اور حتیٰ کہ بعض اوقات دشمن کو اپنے ارادوں سے متعلق کنفیوز کرنے

کیلئے مخالف راستوں کا انتخاب فرمایا۔آپ (ﷺ) کی چھ بڑی مہمات میں دشمن آپ (ﷺ) کی افواج دیکھ کر مکمل طور پر حیران تھا''۔غزوہ احزاب میں مسلمانوں کا خندق کھودی،آپ (ﷺ) کی اس حکمتِ عملی سے اتحادی فورس کے سربراہ ابوسفیان نے حیران ہوکر کہا کہ اللہ کی قسم! یہ حکمتِ عملی اہلِ عرب میں پہلے کوئی نہیں جانتا تھا۔اس کے علاوہ بھی کفر و باطل کے جتنے معرکے ہوئے آپ (ﷺ) نے بے شمار تدابیر اختیار فرمائیں جن میں سے مذکورہ تین ایسی تدابیر ہیں جو ہمیں عصرِ جدید کی ملٹری ٹریننگ اور جنگی حکمتِ عملی میں بھی نظر آتی ہیں۔

غزوات اور اخلاقی قواعد وضوابط:

حضور نبی اکرم (ﷺ) نے غزوات میں اخلاقی اقدار وانسانی احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے باقاعدہ ضوابط متعارف کروائے۔مثلاً ظالمانہ طریقوں سے دشمن کو قتل کرنے اور اذیت دینے سے قطعاً منع فرمایا گیا۔جنگ میں شریک نہ ہونے والے لوگوں (جیسے عورتوں، بچوں، ضعیفوں اور غلاموں) کو قتل کرنے سے منع فرمایا گیا۔جنگی قیدی (آدمی) حتیٰ کہ جانوروں کو بھی جلانے سے منع فرمایا گیا۔اسی طرح فصلیں اجاڑنے اور بلاوجہ درخت کاٹنے سے منع فرمایا گیا۔مزید ناحق قتل کرنے سے بھی منع کیا گیا اور جنگ کے لئے یہ فرمایا گیا کہ تم ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرنا چاہتے ہیں جس کی واضح تاکید ہمیں قرآنِ کریم سے یوں ملتی ہے:

''وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط اِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ''(البقرۃ:190)

''اور اللہ کی راہ میں ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں (ہاں) مگر حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا''۔''تبیان القرآن'' میں ''حد سے تجاوز نہ کرو'' سے متعلق امام ابنِ جریر کی درج ذیل روایت موجود ہے:

''حضرت ابنِ عباس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں:''حد سے تجاوز نہ کرو''، کا مطلب ہے کہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو اور نہ اس کو قتل کرو جو ہتھیار ڈال دے، اگر تم نے ان کو قتل کیا تو تم حد سے تجاوز کرنے والے ہوگے''۔

تو یہ تمام ایسی چیزیں ہیں جن سے ہمیں اسلام میں انسانی عظمت اور وقار کا اندازہ ہوتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ اسلام،فتنوں کی سرکوبی کیلیے جنگ کی اجازت ضرور دیتا ہے لیکن اس میں بھی دشمن کے ساتھ زیادتی (حد سے تجاوز) کا قائل نہیں۔

غزوات میں صلہ رحمی/تالیف قلوب کا تصور:

صلہ رحمی ایک ایسا عنصر ہے جسے اسلام میں باقاعدہ ضابطے کی حیثیت حاصل ہے اور جو نہ صرف ہمیں غزواتِ نبوی (ﷺ) میں نمایاں نظر آتا ہے بلکہ آپ (ﷺ) کی پوری حیات طیبہ صلہ رحمی کی عظیم امثال سے مزین ہے۔باالفاظ دیگر یوں کہ صلہ رحمی کو آپ (ﷺ) نے حقیقی معنویت عطا کی تو یہ بے جانہ ہوگا جن میں سے ایک مثال قارئین کے پیشِ خدمت ہے۔

''غزوہ حنین میں 6000 اسیرانِ جنگ کو محسنِ انسانیت (ﷺ) نے صرف بطورِ احسان بلا فدیہ رہا فرمایا بلکہ رہائی کے وقت تمام قیدیوں کو ایک ایک چادر بطورِ ہدیہ عطا فرمائی''۔مزید آپ (ﷺ) نے فتح مکہ اور دیگر مواقع پر صلہ رحمی کی جو مثالیں قائم فرمائیں وہ تاریخ کا سنہری باب ہیں۔اسی طرح پھر نبی پاک (ﷺ) کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم) نے صلہ رحمی کا جو عملی نمونہ پیش کیا تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں ملتی۔تو پتہ چلا کہ آپ (ﷺ) نے غزوات میں بھی احترامِ آدمیت کی تعلیم دی یعنی اگر آپ دشمن سے برسرِ پیکار ہوں تب بھی آپ کو آدابِ قتال ملحوظ رکھنے ہوں گے۔غزوات کے بعد بھی دنیا میں جتنی اسلامی جنگیں لڑی گئیں اور مسلمانوں نے فتوحات حاصل کیں ان میں بھی نبی پاک (ﷺ) کی عطا کردہ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کی روایت برقرار رکھی گئی جس کی تاریخ میں بے شمار مثالیں موجود ہیں جن میں سے دو

مثالیں ذیل میں بیان کی گئی ہیں۔

مثلاً 711ء میں مسلمانوں نے اندلس فتح کیا تو فاتح قوم کے حسنِ سلوک کی گواہی ایک انگریز مؤرخ ول ڈیوراں کچھ ان الفاظ میں دیتے ہیں کہ اندلس پر عربوں کی حکومت اس قدر عادلانہ، عاقلانہ اور مشفقانہ تھی کہ اس کی مثال اندلس کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ مزید اسی بات کے تسلسل میں فرماتے ہیں کہ؛ ''1187ء میں سلطان صلاح الدّین ایوبی نے جب بیت المقدس فتح کیا تو کسی عیسائی کو کوئی تکلیف نہ دی اور ہلکا سا ٹیکس (جزیہ) لگانے کے بعد سب کو مذہبی آزادی دے دی اور دورانِ جنگ جب عیسائیوں کا سپہ سالار رچرڈ اوّل بیمار ہوا تو صلاح الدّین ایوبی اسے کھانا، پھل اور دیگر مفرحات بھجواتا رہا''۔

یہ تھا مسلمانوں کا نظریۂ جنگ اور مفتوح اقوام سے حسنِ سلوک لیکن اس کے برعکس جتنی بھی غیر اسلامی جنگیں لڑی گئیں جو غیر مہذب و متمدن اقوام (جن کی نظر میں انسانی جان کی کوئی قدر وقعت نہ تھی اور جن کا پیشہ محض زمین پر فساد بپا کرنا تھا) نے لڑتے ہوئے تاریخ میں تذلیلِ انسانیت کی اندوہناک مثالیں قائم کیں جن کے تصور سے دل دہل جاتا ہے اور انسان سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کس قدر بے رحمی سے انسانی اقدار پامال کی گئیں۔ گزشتہ صدی کی دو بھیانک مثالیں (جنگ عظیم اوّل اور جنگ عظیم دوم) ہمارے سامنے ہیں:

''جنگِ عظیم اوّل (1914 تا 1918ء) مجموعی طور پر 75 لاکھ افراد ہلاک ہوئے۔ ایک کھرب ڈالر کے وسائل حیات کو نذرِ آتش کیا گیا''۔ (جہانگیر انسائیکلو پیڈیا آف جنرل نالج از زاہد حسین انجم، صفحہ 381)

اسی طرح ''جنگ عظیم دوم (1935 تا 1945ء) میں مجموعی طور پر ساڑھے چار کروڑ انسان ہلاک ہوئے۔ صرف ایک شہر سٹالن گراڈ میں دس لاکھ افراد لقمہ اجل بنے، جرمنی میں ساٹھ لاکھ افراد گیس چیمبروں کے ذریعے ہلاک کئے گئے۔ جاپان کے دو شہر مکمل طور پر صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے۔ بیک وقت چار براعظموں یورپ، امریکہ، ایشیاء اور افریقہ پر مسلسل چھ برس تک اس منحوس جنگ کے مہیب سائے چھائے رہے''۔ (ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، جولائی 1995ء)

مذکورہ امثال سے اسلامی و غیر اسلامی تصور جنگ میں فرق بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔

غزوات سے اسباق: غزواتِ نبوی (ﷺ) سے رہنما اصول و اسباق کی فہرست طویل ہے جنہیں اپنی روزمرہ کی سماجی زندگی میں اپناتے ہوئے ہم نہ صرف ایک کامیاب انسان کے طور پر زندگی بسر کر سکتے ہیں بلکہ اپنا دفاع بھی مضبوط بنا سکتے ہیں کیونکہ دشمن سے نمٹنے کا بہتر ڈھنگ ہمیں غزوات سے نصیب ہوتا ہے۔ غزوات میں سب سے اوّلین سبق جذبہ ایمان کا ہے کیونکہ تاریخ اسلام سے یہ ثابت ہے کہ مسلمانوں نے کفار کے مدِ مقابل کثرتِ سامان اور تعداد کی برتری کبھی حاصل نہیں کی بلکہ ہمیشہ اپنے جذبہ ایمان و یقین کی بنا پر ایسے ایسے محیر العقول کارنامے سرانجام دیئے کہ دشمن کی کثیر تعداد اور سامانِ جنگ بے معنی رہ گیا۔

مزید برآں رضائے الٰہی، محبتِ مصطفٰی (ﷺ)، ایثار و قربانی کا جذبہ، لیڈر شپ کا کردار، اتحاد، وفاداری اور ہمت، آزمائش میں ثابت قدمی کا مظاہرہ، اخلاص و استقامت، کمانڈر کی فرمانبرداری، نظم و ضبط، اسلام میں مشاورت کی اہمیت اور مساوات (Equality) جیسے اسباق ہمیں غزوات سے سیکھنے کو ملتے ہیں۔ غزوہ بدر میں سب سے اہم سبق انصار کی مہاجرین سے یکجہتی اور بھائی چارے کی انمول مثال، مسلمانوں میں اتحاد اور ثابت قدمی کی صورت میں ملتا ہے۔ اسی طرح غزوہ اُحد میں سپہ سالار کے حکم کی اہمیت و حکمت واضح ہوتی ہے یعنی جس درے پر صحابہ کرام کو رکنے کا حکم تھا آثارِ فتح دیکھ کر وہاں سے نیچے اتر آنا فتح کو شکست میں تبدیل کر دیتا ہے تو مسلمانوں کی کامیابی بھی اطاعتِ رسول (ﷺ) پر استقامت سے مشروط ہے۔

مزید برآں! غزوہ خندق (احزاب) میں حضور نبی اکرم (ﷺ) نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم) کے ساتھ خندق کھودنے میں حصہ لیتے ہوئے مساوات کی جو عملی مثال قائم فرمائی تو دنیائے انسانیت پر واضح ہو گیا کہ لیڈرشپ کا کردار کیسا ہونا چاہئے۔

بطورِ امتِ محمدی (ﷺ) مذکورہ اصولوں پر عمل ہی موجودہ دور میں ہماری بھلائی اور ترقی کی ضمانت ہے اور یہ تب ہی ممکن ہے جب ہم مطالعۂ غزوات اپنی زندگی کا عملی حصہ بنائیں گے۔ آج ہماری نسلِ نو میں مطالعہ سیرت کا فقدان نظر آتا ہے جو ہماری تنزلی اور پستی میں کسی المناکی سے کم نہیں کیونکہ ایک طرح سے ہم نے اساس دین کو ترک کر دیا ہے۔

امتِ محمدی (ﷺ) ہونے کے ناطے سیرت طیبہ کے اہم پہلو (غزواتِ نبوی (ﷺ)) سے رہنمائی لیتے ہوئے ہم نہ صرف اپنا دفاع مضبوط بنا سکتے ہیں بلکہ اپنے سماج میں از سرِ نو ایک نئی روح پھونک سکتے ہیں ایسی روح جو جذبہ ایمانی، عشقِ مصطفٰے (ﷺ)، توکل علی اللہ اور حرمتِ مصطفٰے (ﷺ) کے تحفظ کی خاطر مر مٹنے سے عبارت ہے جس کیلئے لازم ہے کہ مطالعہ غزوات کا شعور عام کیا جائے۔ گرچہ ہمارے ابتدائی اور ثانوی درجہ تعلیم میں چند ایک غزوات (جیسے بدر، احد، حنین، خندق) کا مختصر تذکرہ نصاب میں موجود ہے لیکن سیرتِ طیبہ کا یہ گوشہ با ضابطہ نصاب کا متقاضی ہے جس میں جدید پہلوؤں سے علمی، عملی اور تحقیقی وتنقیدی مطالعہ کی ضرورت ہے۔

چند اہم چیزیں جو مطالعۂ غزوات کے تناظر میں عمیق نظری و دقیق رسی کی طلب گار ہیں کا تذکرہ ذیل میں کیا گیا ہے:

پہلی چیز مطالعہ غزوات کے ذریعے ہمیں غزوات کے ظاہری پہلوؤں کے ساتھ ساتھ باطنی پہلوؤں کا بھی ادراک ہو۔ مثلاً غزوہ بدر میں مسلمانوں کا توکل علی اللہ جس کے نتیجے میں ملائکہ کا مدد کیلئے نازل ہونا۔ اسی طرح رسولِ اکرم (ﷺ) کا یہ فرمان مبارک کہ ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر (جہاد بالنفس) کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ دوسری چیز اس مادہ پرستانہ دور میں مطالعہ غزوات کے ذریعے نوجوان نسل میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) جیسی شجاعت و بہادری اور حضرت عمرِ فاروق (رضی اللہ عنہ) جیسی غیرتِ مصطفٰے (ﷺ) دلوں میں بیدار کرنا ہے۔ تیسری چیز یہ کہ کیسے مٹھی بھر مسلمانوں نے ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں مدِ مقابل کفار پر غلبہ حاصل کیا؟ یہ دراصل ان میں جذبہ ایمان اور عشقِ مصطفٰے (ﷺ) کی روحانی طاقت تھی جس نے قلیل کو کثیر پر غلبہ عطا فرمایا۔ چوتھی چیز مطالعہ غزوات کے ذریعے نوجوان نسل میں اسلامی افکار اور محبت مصطفٰے (ﷺ) کو فروغ دینا ہے کیونکہ بقولِ حضرت علامہ اقبال:

ہر کہ عشق مصطفی ﷺ سامان اوست
بحر و بر در گوشۂ دامان اوست

(پیامِ مشرق-لالہ طور)

''جس کے پاس جناب رسول پاک (ﷺ) کی محبت کا سامان ہے، اس کے دامن کے پلو میں بحر و بر بندھے ہوئے ہیں''۔

مطالعۂ غزوات اس لئے بھی ضروری ہے تا کہ ہماری نوجوان نسل یہ آشنائی حاصل کرے کہ کس طرح صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم) نے ناموسِ دین کی خاطر قربانیاں دیں اور وہ اپنے ایمان میں کس قدر عالی مرتبت تھے؟ مزید یہ کہ وہ ارواحِ مقدسہ صراطِ مستقیم پر کس قدر استقامت سے کاربند تھیں۔ کیا وجہ تھی کہ قیصر و کسریٰ کے استبداد و غرور کو مٹی میں ملاتے ہوئے انہیں کوئی خوف و دقت محسوس نہ ہوئی؟ کیوں جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر انہوں نے اپنے مال ومتاع اور گھر بار کو خیر باد کہ دیا؟ ان کے پیچھے کیا ڈرائیونگ فورس تھی؟ یہ تمام ایسے سوال ہیں جو مطالعہ غزوات کے تناظر میں اکثر ہمارے ذہن میں ابھرتے ہیں لیکن ابھی تک تحقیق طلب ہیں جنہیں جاننے اور ان کی عصری معنویت سمجھنے کیلئے مطالعۂ غزوات لازمی ہے۔



انسان کا مقصدِ تخلیق

مولانا مفتی محمد طاہر الحسن رضوی جلالی (فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کو کسی نہ کسی مقصد کے لیے پیدا فرمایا ہے کوئی چیز بے مقصد نہیں بنائی اور ہر شئی اپنا مقصد پورا بھی کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق سورج روزانہ اپنے وقت پہ نکلتا ہے اور مقررہ وقت پر غروب ہوتا ہے کبھی ایک منٹ بھی اس نے مقرر وقت سے تاخیر نہیں کی، چاند بھی وقت پر آتا ہے اور وقت پر جاتا ہے غرض یہ کہ کائنات کی ہر شئی اپنا کام کر رہی ہے انسان کو بھی اللہ تعالیٰ نے کسی مقصد کے لیے پیدا فرمایا ہے لیکن انسانوں کی کثیر تعداد اپنے مقصد سے غافل ہے۔ کیا انسان کی زندگی کا یہی مقصد ہے کہ وہ اس دنیا میں آئے اور دنیا کی دولت کے پیچھے مارا مارا پھرتا رہے، صبح و شام رب کی نعمتیں کھاتا رہے اور اس کا کوئی حساب لینے والا نہ ہو۔ چلنا، پھرنا، کھانا، اٹھنا، سونا، جاگنا، اور پھر مر جانا کیا اس کی زندگی کا مقصد اسی قدر ہے؟ اگر یہی ہے تو پھر انسان اور حیوان میں فرق کیا ہے؟ صاحب عقل اور بے عقل میں کیا امتیاز ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا (سورۃ المؤمنون آیت نمبر 115)

تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمھیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَکَ سُدًی (سورۃ القیمۃ آیت 36)

کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا گیا۔

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ

سو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کا صلہ دیکھے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ اس کا عذاب دیکھے گا اور اس دن کو ہر ہر نعمت کا حساب لیا جائے گا۔ (سورۃ الزلزال)

ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ یَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِیۡمِ (التکاثر آیت نمبر 8) پھ

پھر تم سے ضرور اس دن نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بھی کسی مقصد کے لیے پیدا فرمایا اور وہ مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ

اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ (سورۃ الذاریات آیت نمبر 56)

انسان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کرتا ہے اور جو رب کی عبادت سے غافل ہے وہ بھی کوئی انسان ہے وہ تو حیوان سے بھی بدتر ہے۔ ''اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ھُمۡ اَضَلُّ'' اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ کبھی بھی اپنے مقصد تخلیق سے غافل نہ ہو انسان اگر اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار بندہ بن جائے تو اللہ تعالیٰ انسان کی ضروریات کو خود پورا فرما دیتا ہے اس لیے ہمیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غفلت نہیں کرنی چاہیے کہ اس کے نیک بندے عبادت سے غافل نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے صرف دن نہیں رات کو بھی اٹھ کر عبادت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّعُیُوۡنٍ اٰخِذِیۡنَ مَاۤ اٰتٰھُمۡ رَبُّھُمۡ اِنَّھُمۡ کَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِکَ مُحۡسِنِیۡنَ کَانُوۡا قَلِیۡلًا مِّنَ الَّیۡلِ مَا یَھۡجَعُوۡنَ وَبِالۡاَسۡحَارِ ھُمۡ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ (سورۃ الذاریات آیت نمبر 15.18)

بے شک متقی لوگ جنتوں اور چشموں میں ہوں گے وہ ان نعمتوں کو لے رہے ہوں گے جو ان کے رب نے انہیں عطا فرمائی ہیں وہ اس سے پہلے دنیا میں نیکی کرنے والے تھے وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے اور رات کے آخری حصہ میں بوقت سحر استغفار کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انکی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

تَتَجَافٰی جُنُوۡبُھُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ یَدۡعُوۡنَ رَبَّھُمۡ خَوۡفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقۡنٰھُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ (سورۃ السجدہ آیت نمبر)16

ان کی کروٹیں ان کے بستروں سے الگ رہتی ہیں اور اپنے رب کے خوف اور امید

کے ساتھ عبادت کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

رات کو جاگ کر عبادت کرنے والے قیامت کے دن بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جائیں گے۔ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگ قیامت کے دن ایک میدان میں اکٹھے کئے جائیں گے اور ایک منادی اعلان کرے گا جن لوگوں کی کروٹیں (عبادت کی وجہ سے) بستروں پر نہ لگتی تھیں وہ کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہو جائیں گے ان کی تعداد بہت کم ہو گی اور جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جائیں گے۔ پھر باقی بچ جانے والے لوگوں کے حساب و کتاب کا حکم جاری ہو جائے گا۔ (المستدرک رقم الحدیث 3508)

ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر اتنی عبادت کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں مبارک سوج جایا کرتے تھے اور بیٹھ کر عبادت کرنے کا عالم کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے **إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَى مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِينَ مَعَكَ** (سورۃ المزمل آیت نمبر 20

بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو، کبھی رات دو تہائی کے قریب، کبھی آدھی رات، کبھی تہائی رات اور ایک جماعت صحابہ تمہارے ساتھ والی رحمت خداوندی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ مشقت گوارا نہ ہوتی اور فرمایا:

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا (سورۃ المزمل آیت نمبر 1.4) اے مزمل کی چادر والے رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑا آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں یا اس پر کچھ اضافہ کریں اور قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔

صحیح بخاری میں حدیث پاک موجود ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو اتنا زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے دونوں پاؤں مبارک سوج جاتے تھے تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اتنی زیادہ مشقت کیوں اٹھاتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا" کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلامو! دیکھو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بندگی کو آپ نے اتنی عبادت کی کہ اللہ تعالیٰ کو عبادت کی وجہ سے آپ کا مشقت میں پڑنا گوارا نہ ہوا اور فرمایا محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑا قیام کیا کرو محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تو عبادت کرتے کرتے پاؤں مبارک سوج جاتے تھے اور ہم دنیا کی حرص میں اس قدر مشغول ہو گئے ہیں پانچ وقت نماز ادا کرنے سے بھی غافل ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا کریں وقت ہی نہیں ملتا مصروفیت ہی اتنی زیادہ ہے اور مہنگائی اتنی زیادہ ہے کہ گزارا ہی نہیں ہوتا۔ میرے بھائیو! جو بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ خود اس کی ضروریات کو پورا فرما دیا ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص دنیا کی فکر میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ کو پراگندہ کر دیتا ہے اور اس کی آنکھوں کے سامنے فقر اور تنگ دستی دیتا ہے اور اس کو دنیا سے صرف اتنا ہی حصہ ملتا ہے جتنا حصہ اس کے لیے پہلے سے مقرر کیا گیا ہے۔ **وَمَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ نِيَّتَهُ جَمَعَ اللَّهُ لَهُ أَمْرَهُ وَجَعَلَ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ** (سنن ترمذی رقم الحدیث 5656)

اور جو آخرت کی فکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ کو درست فرما دیتا ہے اور مال داری اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔

اور یہ دنیا ذلیل و خوار ہو کر اس کے پاس آتی ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا "**يَا ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَأَسُدَّ فَقْرَكَ وَإِلَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَيْكَ شُغْلًا وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ**" (ترمذی شریف رقم الحدیث: 2466)

اے ابن آدم میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا میں تیرے دل کو غنا سے بھر دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے ہاتھوں کو مشغولیات سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کو دور نہیں کروں گا۔ ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا جو بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ خود اس کی ساری مشکلات آسان فرما دیتا ہے اور اسے دنیا کی پریشانیوں سے نجات عطا فرما دیتا ہے اور آخرت کی پریشانیوں سے بھی نجات عطا فرمائے گا۔

مناقب حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ ام عمار تحریک صراط مستقیم ضلع قصور

اس بتولِ جگر پارہ مصطفیٰ
حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ
جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ کی پیاری شہزادی حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی کا ہر گوشہ بناتِ اسلام کے لئے مینارۂ نور اور سرچشمۂ ہدایت ہے۔ لیکن یہاں صرف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چند فضائل بیان کئے جارہے ہیں۔ تاکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان وعظمت اور نسبتِ رسول ﷺ کا بڑائی سب پر آشکار ہو۔

آپ کا نامِ نامی اسم گرامی فاطمہ ہے جس کا معنیٰ ہے جہنم سے ہمیشہ کے لئے دور۔ کنز العمال میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **إنما سميت فاطمة لان الله فطمها و محبيها عن النار۔**

فاطمہ نام اس لئے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو اور آپ سے محبت وعقیدت رکھنے والوں جہنم سے الگ تھلگ کر دیا ہے۔ (کنز العمال حدیث نمبر 34227 جزء 12 صفحہ 109)

آپ کے القاب بے شمار ہیں۔ جن میں المبارکۃ، الطّاہرۃ، الصِدّیقۃ، البتول، المرضیّۃ، الزکیّۃ، الرّاضیۃ، اُم الحسنین اور سیدۃ نساء العالمین وسیدۃ نساء اہل الجنۃ زیادہ مشہور ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں چند حدیثیں امام حاکم کی ”مستدرک علی الصحیحین“ سے پیش خدمت ہیں۔ امام حاکم رَحِمَہُ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں ان احادیث کو جمع کیا ہے جو امام بخاری یا امام مسلم یا بخاری ومسلم رَحِمَہُمَا اللہ تعالیٰ دونوں کی شرط کے مطابق صحیح حدیثیں ہیں لیکن انہوں اختصار کے پیشِ نظر یا کسی اور وجہ سے ان احادیث کو اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا۔

جنتی عورتوں کی سردار:

عن حذيفة رضی اللہ عنه قال :قال رسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلم :نَزَلَ مَلَکٌ مِّنَ السَّمَاءِ فَاسْتَأْذَنَ اللّٰہَ أَن یُّسَلِّمَ عَلَیَّ لَمْ یَنزِلْ قَبْلَھَا ، فَبَشَّرَنِیْ أَنَّ فَاطِمَۃَ سَیِّدَۃُ نِسَاءِ أَھْلِ الْجَنَّۃِ۔ (مستدرک علی الصحیحین للحاکم باب ذکر مناقب فاطمة بنت رسول اللہ ﷺ 4704)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہی کہ وہ مجھ (محمد ﷺ) کو سلام پیش کرے، وہ فرشتہ اِس سے پہلے زمین پہ نہیں آیا تھا، پس اس نے مجھے خوشخبری دی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

جنت میں سب سے پہلے:

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللہ عنه قال: أَخْبَرَنِیْ رَسُوْلُ اللہ صلّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:أَنَّ أَوَّلَ مَنْ یَدْخُلَ الْجَنَّۃَ أَنَا وَفَاطِمَۃُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللہِ ، فَمُحِبُّوْنَا ؟ قَالَ: مِنْ وَّرَائِکُمْ۔

صحیح الإسناد۔ (مستدرک علی الصحیحین للحاکم باب ذکر مناقب فاطمة بنت رسول اللہ ﷺ 4706)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ نے خبر ارشاد فرمائی کہ بے شک جنت میں سب سے پہلے میں اور فاطمہ اور حسن و حسین داخل ہوں گے، میں نے عرض کی یارسول اللہ تو ہم سے محبت کرنے والے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہ تمہارے پیچھے جنت میں آئیں گے۔ یہ حدیث الاسناد ہے۔

میدان حشر میں مقامِ فاطمہ رضی اللہ عنہا:

عن أبی هُرَیرةَ رضی اللّٰہ عنه قال: قالَ رسولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علَیه وسلَّمَ: تُبْعَثُ الْأَنْبِيَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى الدَّوَابِ لِيُوَافُوْا بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ قَوْمِهِمُ الْمَحْشَرَ ، ويُبْعَثُ صَالِحٌ عَلٰى نَاقَتِهِ ، وأُبْعَثُ عَلَى الْبُرَاقِ خَطْوُهَا عِنْدَ أَقْصٰى طَرْفِهَا، وتُبعَثُ فَاطِمَةُ أَمَامِيْ۔ هذا حديث صحيح على شرط مسلم. (مستدرک على الصحيحين للحاكم باب ذكر مناقب فاطمة بنت رسول اللہ ﷺ 4710)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن انبیاء سواریوں پہ سوار ہو کے آئیں گے تاکہ محشر میں اپنی قوم کے اہل ایمان کی نگہبانی کریں اور حضرت صالح علیہ السلام اپنی اونٹنی پہ مبعوث ہوں گے اور میں براق پر آؤں گا جس کا قدم حد نگاہ تک پڑتا ہوگا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میرے سامنے ہوں گی۔

میدانِ محشر میں تعظیمِ فاطمہ رضی اللہ عنہا:

عن علیٍّ علَیه السَّلامُ قال: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلّی اللّٰہ علَیه وسلَّم يَقُوْلُ: إِذَا كَانَ يَومُ الْقِيَامَةِ نَادٰى مُنَادٍ مِن وَّرَاءِ الْحِجَابِ: يَا أَهْلَ الْجَمْعِ، غُضُّوْا أَبْصَارَكُمْ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ صلّی اللہ علَیه وسلَّم حتّٰی تَمُرَّ۔ هذا حديث صحيح على شرط الشيخين (مستدرک على الصحيحين للحاكم باب ذكر مناقب فاطمة بنت رسول اللہ ﷺ 4711)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: جب قیامت کا دن ہوگا پردہ کے پیچھے سے ندا کرنے والا ندا کرے گا: اے محشر والو! فاطمہ بنت محمد ﷺ کی تعظیم میں اپنی نگاہیں جھکالو یہاں تک کہ وہ گزر جائیں۔ یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

شانِ فاطمہ بزبانِ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا:

عن جميعِ بْنِ عمَيرٍ قالَ: دَخَلْتُ مَعَ أُمِّيْ عَلٰى عائِشةَ فَسَمِعْتُها مِن وَّرَاءِ الْحِجَابِ وهِيَ تَسْأَلُهَا، عَنْ عليٍّ فَقالَتْ: تَسْأَلُنِيْ عَنْ رَجُلٍ وَاللّٰهِ مَا أَعْلَمُ رَجُلًا كَانَ أَحَبَّ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صلّی اللہ علَیه وسلَّم مِنْ عَلِيٍّ، وَلَا فِي الْأَرْضِ امْرَأَةً كَانَتْ أَحَبَّ إِلٰى رسولِ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علَیه وسلَّم مِنْ امْرَأَتِهِ۔ هذا حديث صحيح الإسناد (مستدرک على الصحيحين للحاكم باب ذكر مناقب فاطمة بنت رسول اللہ ﷺ 4714)

جمیع بن عمیر کہتے ہیں کہ میں اپنی امی جان کے ساتھ تمام مؤمنوں کی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے پردے میں سے سنا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کر رہی ہیں، تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: تم مجھ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کر رہی ہو اللہ کی قسم کسی مرد کو نہیں جانتی جو رسول اللہ ﷺ کو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ محبوب ہو اور نہ ہی زمین پہ کسی ایسی عورت کو

جانتی ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی (سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے زیادہ محبوب ہو۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت:

عن أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عائِشَةَ رضی اللّٰہ عَنْها أَنَّها قالَتْ: ما رَأَيْتُ أَحَدًا كانَ أَشْبَهَ كَلامًا، وحَدِيْثًا مِنْ فاطِمَةَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلّی اللّٰہ علَيْه وسلَّم، وكانَتْ إِذَا دَخَلَتْ علَيْه رَحَّبَ بِهَا، وَقامَ إِلَيْهَا فَأَخَذَ بِيَدِهَا فقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِيْ مَجْلِسِهٖ۔ (مستدرک علی الصحیحین للحاکم باب ذکر مناقب فاطمة بنت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 4715)

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ کسی کو بھی گفتگو میں اور باتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ نہیں پایا۔اور جب وہ آتی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں مرحبا کہتے اوران کے لئے کھڑے ہوجاتے پھران کا ہاتھ پکڑتے اور ان کا بوسہ لیتے اور انہیں اپنے ساتھ بٹھا لیتے۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جنت کی خوشبو:

عن سَعْدِبْنِ مالِكٍ قال :قال رسولُ اللّٰہِ صلّی اللّٰہ علَيْه وسلَّم : أَتانِيْ جِبْرِيلُ علَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ بِسَفَرْجَلَةٍ مِّنَ الْجَنَّةِ، فَأَكَلْتُها لَيْلَةً أُسْرِيَ بِيْ، فَعلقتْ خَديجةُ بِفَاطمةَ، فَكُنْتُ إِذا اشْتَقْتُ إِلَى رَائِحَةِ الْجَنَّةِ شَمَمْتُ رَقَبَةَ فاطِمةَ (مستدرک علی الصحیحین للحاکم باب ذکر مناقب فاطمة بنت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 4721)

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس جنتی پھل سفرجل لے کرآئے، پس جس رات مجھے سیر کرائی گئی اُس رات میں نے اس پھل کو کھایا، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جنم دیا،تو جب مجھے جنت کی خوشبو کا شوق ہوتا میں فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گردن کو سونگ لیتا۔

اللہ تعالیٰ اسلام کی بیٹیوں کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سچی محبت سے سرشار فرمائے اور ان کے نقشِ قدم پہ چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین بِحُرمَةِ سَیِّدِ الْمُرسَلِیْنَ وعِتْرَتِهٖ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وصال پر ملال

مولانا بشیر احمد مصطفوی اور مولانا گل احمد عتیقی صاحب رحمہما اللہ تعالی کے وصال پر ہم سب تعزیت گزار ہیں، اللہ تعالی ان مرحومین کی بخشش ومغفرت فرما کر ان کو بلندی درجات عطا فرمائے۔

منجانب: اساتذہ مرکز صراط مستقیم تاج باغ لاہور

تعزیت نامہ

مولانا ڈاکٹر مفتی محمد فیاض فرقانی قادری جلالی صاحب (جو مرکز کے عظیم استاذ ہیں) کی والدہ محترمہ کے وصال پر ہم تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلی اور بلند مقام عطا فرمائے، آمین

سنی کانفرنس میں علماء ومشائخ کے خطابات کا خلاصہ

ترتیب از: مولانا محمد نثار علی قادری (متعلم مرکز صراط مستقیم تاج باغ لاہور)

حضرت مولانا مفتی محمد لطف اللہ نوری بصیر پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے عزیز سامعین: دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کے والدین کی بخشش فرمائے اوران کی قبور کو پرنور فرمائے۔ میں نے پہلے بھی یہ بات کی تھی کہ اگر بچہ قرآن پاک پڑھ جائے، عالم دین بن جائے تو والدین کو نوری تاج ملے گا، جس کی چمک سورج کی روشنی کی طرح ہوگی۔ تو جن کا بیٹا اتنا بڑا عالم ہو جس کے چہرے کی زیارت کرنا عبادت ہے تو اس کے والدین کو کتنا بڑا مقام ملے گا۔

ترجمان القرآن، حبر الامہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ اہل سنت کا جو فرد لوگوں کو سنت کی طرف بلاتا ہو اور بدعت سے روکنے والا ہو اس کی زیارت کرنا عبادت ہے۔ یاد رہے وہ لوگ جنہوں نے صوفی غلام سرور جلالی صاحب کا جنازہ پڑھا ہے۔ اللہ پاک شاہد ہے میرا ایمان یہ کہتا ہے کہ انہوں نے ایک جنتی شخص کا جنازہ پڑھا ہے۔

آج سے تین چار سال پہلے کوئی معاملہ ہوا کسی بدبخت نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عدالت وانصاف پر زبان طعن دراز کی۔ اور پھر اس سلسلہ میں رسول پاک ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے کہ ''جس وقت میرے صحابہ کو گالی دی جائے علماء پر لازم ہے کہ اس کا دفاع کریں'' یہ پوری دنیا کی امت مسلمہ کے علماء پر فرض کفایہ تھا کہ اس کا جواب دیا جائے۔ اللہ پاک جس کو اس وقت جواب دینے کی توفیق دی وہ محترم، مخدوم ڈاکٹر اشرف آصف جلالی ہیں۔ اور یہ بات یاد رکھنا کہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب علم کا سورج بن کر چمک رہا ہے تو نام تو بابا سید جلال الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا روشن ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ قبلہ کنز العلماء ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی صاحب زید مجدہ کو صحت وعافیت کے ساتھ طویل زندگی عطا فرمائے اور شریروں کے شر اور حاسدین کے حسد سے ہمیشہ محفوظ ومامون فرمائے۔ آمین

شاہین فکر رضا علامہ عبد الرشید اویسی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: اللہ تعالیٰ قبلہ ڈاکٹر صاحب کے والد گرامی کے درجات بلند فرمائے، مناظر اسلام قبلہ مفتی محمد عابد جلالی صاحب کے درجات بلند فرمائے اور ڈاکٹر صاحب قبلہ کی اماں جان کے درجات بلند فرمائے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد گرامی نے فرمایا تھا کہ خدا قیامت کے دن جب مجھ سے پوچھے گا کہ میں نے تجھے دنیا میں بھیجا تو میرے لیے کیا لایا ہے تو میں عرض کروں گا احمد رضا لایا ہوں۔ تو قبلہ ڈاکٹر صاحب کے والد گرامی کے حوالے سے بھی ہمارا وجدان کہتا ہے کہ جب رب نے پوچھا ہوگا کہ میرے لیے کیا لایا ہے تو عرض کریں گے کہ میں ڈاکٹر اشرف آصف جلالی لایا ہوں۔ اور یہ جملہ میں دل سے عرض کر رہا ہوں۔ ''او کرماں والی ماں اے جنیں اشرف آصف جلالی جنیا'' اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خوشبو اگر کوئی دیکھنا چاہتا ہے، اس صدی میں اگر کوئی اعلیٰ حضرت کا نائب دیکھنا چاہتا ہے تو قبلہ امام جلالی کو دیکھ لے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو شر سے محفوظ فرمائے، حاسدین کے حسد سے محفوظ فرمائے۔

مولانا صاحبزادہ ڈاکٹر میاں صغیر احمد نقشبندی صاحب

آج کی عظیم الشان سنی کانفرنس جو قبلہ کنز العلماء کے والد گرامی کے چہلم شریف کے موقع پر اور مناظر کبیر کے سالانہ عرس پاک کے موقع پر اور والدہ محترمہ کے سالانہ ختم مبارک کے موقع پر انتہائی وقار کے ساتھ مذہبی اور مسلکی غیرت کے ساتھ عقیدہ اہل سنت کی بقاء کیلئے انعقاد پذیر ہے جس میں آپ احباب کی طرح مجھے بھی حاضری کا شرف نصیب ہو رہا ہے اللہ تعالی امام ربانی مجدد الف ثانی کی فکر کو زندہ رکھنے والے اور اعلیٰ حضرت کی غیرت کے علمبردار ڈاکٹر صاحب کو صحت و عافیت والی زندگی دے کر ہمارے درمیان پھر سے جلوہ گر کر دے ۔ جب مفکر اسلام کنز العلماء نے مرکز صراط مستقیم میں سالانہ ختم بخاری کے موقع پر گفتگو کرتے ہوئے یہ جملہ کہا تھا کہ اللہ کے فضل سے میں بالکل ٹھیک ہو گیا ہوں ۔تو جتنا ڈاکٹر قدیر کے غوری بنانے کے بعد جب اس کا تجربہ کیا تھا تو غیروں کے ہاں اس وقت موت کا جو ماحول تھا خدا کی قسم کنز العلماء کے اس جملے پہ رافضیوں ، نیم رافضیوں کا وہی انداز سامنے آیا۔

آج نام نہاد پیروں نے سجادہ نشینوں نے مریدوں کو بچایا، مدرسوں کو بچایا ،گدی کو بچایا اور ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی وہ ہے جس نے نہ شاگردوں کو دیکھا، نہ مدرسوں کو دیکھا، نہ بیماری کو دیکھا، نہ سلاخوں کے پیچھے جانے کو دیکھا ، اگر دیکھا اور سمجھا ہے تو نظریہ اہل سنت کو دیکھا اور سمجھا ہے ۔یقین کریں جب سے ڈاکٹر صاحب بیمار ہوئے لگتا تھا حضرت علامہ مولانا فضل حق خیر آبادی خاموش ہو گئے ،لگتا ہے امام ربانی چپ ہو گئے ،لگتا ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا چپ ہو گئے ، کہیں سے آواز نہیں آ رہی تھی ، کسی لائبریری سے ، کسی کتاب سے ، بڑے بڑے مدارس میں بیٹھے ہوئے شیوخ الحدیث حدیث تو پڑھاتے ہیں لیکن اعلیٰ حضرت کی للکار سنائی نہیں دے رہی تھی ۔سنیوں تمہیں مبارک ہو، رب کائنات نے پھر سے امام احمد رضا کی فکر کو تعبیر بنا کر سنی کانفرنس کے اندر کنز العلماء ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مقالہ پیش کرنے کی ہمت عطا فرما دی ہے ۔اللہ تعالی ڈاکٹر صاحب کو عمر خضری عطا فرمائے ۔آمین ۔

مولانا مفتی محمد بشیر القادری صاحب

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (سورۃ الاسراء رقم الآیۃ : ۸۱)

اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

گو لاکھ زمانہ دشمن ہو حالات بھی خوش اطوار نہ ہوں

باطل سے ٹکرانے والا باطل سے ٹکراتا ہے۔

سلسلہ نبوت ختم ہوا مجدد دین کا سلسلہ شروع ہوا اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین اسلام کی حقانیت کو بچانے کیلئے ہر دور میں باطل کا مقابلہ کرنے والے پیدا کیے ۔جب کبھی بھی باطل نے سر اٹھایا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت نے ان کے مقابلے کیلئے مجدد پیدا کیے ۔امام اہل سنت امام احمد رضا کے دور میں توحید کو آڑ بنا کر جب نجدیوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی بالخصوص امام الانبیاء کی گستاخیوں کا سلسلہ شروع کیا تو اللہ کریم کی قدرت نے اس کا خود انتظام کیا ۔ہم اپنی آنکھوں سے یہ مناظر دیکھ رہے ہیں کہ وہ ضمیر فروشوں کا ٹولہ جن کے اندر بدعقیدگی کی گندگی بھری ہوئی تھی ،ایک ضرب جلالی نے سنیت میں چھپے نیم رافضیوں کے رفض کو ظاہر کر دیا ۔آج وہ پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہو کر پہاڑ بن کر ان رافضیوں اور نیم رافضیوں کا مقابلہ کر رہا ہے۔

آج کے دور میں فکر رضا کا نام کنز العلماء ہے، دین کی حقانیت کا نام کنز العلماء ہے، مفکر اسلام کنز العلماء ہے، شیخ الاسلام کنز العلماء ہے ۔آج پاکستان کے غیور علماء نے غیور مشائخ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہم آج امام جلالی کے ساتھ ہیں ، کنز العلماء کے ساتھ ہیں ۔اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے والد گرامی کو کروٹ کروٹ جنت کی ٹھنڈی ہوائیں نصیب کرے ۔جنہوں نے ایسا لخت جگر عطا فرمایا سنیت کی بقاء کیلئے ۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے ۔

آپ کی زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام و مرکزِ صراطِ مستقیم

معاشرے میں قرآن و سنت کا نور پھیلانے کے لئے ہمارا ساتھ دیں

الحمد اللہ عزوجل 1997ء سے مفکر اسلام کنز العلماء ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

''جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور جو کہ آٹھ کنال رقبہ پر اور مرکز صراط مستقیم تاج باغ فیز III لاہور جو کہ 3 کنال 12 مرلے پر محیط ہے'' ان دواداروں کی سرپرستی فرما رہے ہیں۔ آپ کی محنت شاقہ کی بدولت عظیم الشان ادارے بن چکے ہیں۔ جس سے تقریباً 600 سے زائد علماء کرام جامعہ سے سند فراغت حاصل کر کے پاکستان اور مختلف ممالک میں تبلیغ دین اور درس و تدریس کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں

❁ اسلام کی آفاقی تعلیمات کا علمبردار، علومِ قرآن و سنت کا عظیم دینی ادارہ، تعلیمی، تربیتی، تحقیقی اور تصنیفی شعبہ جات کا گہوارہ، قلعہ اہل سنت مرکز صراطِ مستقیم کا قیام 2014ء ستمبر کے مہینے میں عمل میں لایا گیا۔

نوٹ: تمام طلباء کرام کے لئے قیام و طعام اور تعلیم فری ہے

جامعہ ہذا کے ماہانہ اخراجات تقریبا 15 لاکھ ہیں۔ جسمیں تقریبا 550 طلباء کے قیام و طعام کا انتظام اور ان کے تعلیمی اخراجات، اساتذہ کے وظائف، گیس اور بجلی، اور پانی کا بل و دیگر ضروری اخراجات شامل ہیں۔ اور تعمیر کے اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔

❁ جامعہ کے تمام اخراجات اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کرم سے آپ لوگوں کے تعاون سے ہی پورے ہو رہے ہیں لہٰذا جامعہ مرکز صراط مستقیم آپ کے عطیات، زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف ہے۔ زکوٰۃ و خیرات اور عطیات دینے والے اور اشاعت دین کا درد رکھنے والے تمام مخیّر حضرات اس کارِ خیر اور دینی عمل میں اپنی زکوٰۃ و صدقات اور عشر اور فطرانہ مرکز صراط مستقیم میں جمع کروا کر ثواب دارین حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے۔

رابطہ نمبرز 0314-4080026 ,0302-4303623 ,0301-6868657

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا خاتم النبیین — وعلیٰ آلک واصحابک یا خاتم المعصومین

یا اللہ جل جلالہ — یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا وَحَفِظَهَا وَبَلَّغَهَا (الحدیث جامع الترمذی رقم الحدیث ۲۶۵۸)

اللہ تعالیٰ اس بندے کا رتبہ بلند کرے اور اسے خوش رکھے جس نے میری حدیث کو سن کر یاد کر لیا محفوظ رکھا اور اسے آگے پہنچا دیا

توحید و رسالت کے داعی ہم کل بھی تھے اور آج بھی ہیں

دینِ اسلام کے شیدائی ہم کل بھی تھے اور آج بھی ہیں

زیر سایہ: سلطان الاولیاء المخدوم السید ابو الحسن علی بن عثمان الہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

زیر دوران: حضرت علامہ پیر سید حافظ الحدیث محمد جلال الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

محمد سردار احمد قادری — شاہ احمد نورانی — عطا محمد بندیالوی — عبد الکریم محمد — محمد نواز نقشبندی — محمد مظہر قیوم مشہدی

جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام
مرکز صراطِ مستقیم

تاج باغ فیز III جلالی سٹریٹ لاہور میں

اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضل و کرم کی نگاہ عنایت سے

ان شاء اللہ تعالیٰ

داخلہ

۱۳ شوال ۱۴۴۵ھ

22 اپریل 2024ء بروز پیر صبح 8 بجے

17 واں سالانہ دورۂ حدیث شریف

- صحیح بخاری شریف
- صحیح مسلم شریف
- جامع ترمذی شریف
- سنن ابی داؤد شریف
- سنن نسائی شریف
- سنن ابن ماجہ شریف
- آثار السنن شریف

9 واں سالانہ تخصص فی الفقہ والعقائد

- فتاویٰ شامی
- الاشباہ والنظائر
- مکتوبات امام ربانی
- منتخبات فتاویٰ رضویہ
- المعتقد والمستند
- تصفیہ ما بین سنی و شیعہ
- تحقیقات کنز العلماء
- البدائع الصنائع
- الہدایہ
- شرح عقود رسم المفتی

کنز العلماء مفکر اسلام علامہ مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ (ایم اے، پی ایچ ڈی)

پرنسپل و شیخ الحدیث مرکز صراط مستقیم

چیئرمین تحریک لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سربراہ تحریک صراط مستقیم پاکستان

فاضل بغداد شریف عراق، فاضل جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف

و دیگر اساتذہ

منجانب: ادارہ صراط مستقیم پاکستان

مرکز صراط مستقیم تاج باغ فیز III جلالی سٹریٹ لاہور

0302-4303623, 0301-7325130

0301-4743845, 0321-9407611

www.siratemustaqeem.net